URDU Gif Format

دونوں ہاتھوں سے مصافحہ ہونے میں چاندی کی تختیاں

۱۳۰۶ھ

مصنف:

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

صفائح اللُّجین فی کونِ التّصافح بکفی الیدین

۱۳۰۶

(دونوں ہتھیلیوں سے مصافحہ ہونے میں چاندی کی تختیاں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۲۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ جائز ہے یا نہیں؟ اور آج کل جو غیر مقلد لوگ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ کو ناجائز و خلافِ احادیث جانتے ہیں ان کا یہ دعوٰی صحیح ہے یا غلط؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ، اجر پاؤ)

الجواب

الحمد للہ، اللّٰھم لك الحمد یا باسط الیدین بالرحمۃ تنفق کیف تشاء، تصافح حمدك بمن یدی رفدك کما تعانق شکرك والعطاء، صل وسلم وبارك علی من یداہ بحر النوال، ومنبع الزلال، وجُنتا البلاء، وعلٰی اٰلہ وصحبہ واھلہ وحزبہ ما تصافحت الایدی عند اللقاء، واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ الباسط کفیہ بالجود والصلۃ وعلٰی اٰلہ وصحبہ اولی الود والاخاء والفیض والسخاء، فی العسر والرخاء، الی تصافح الاحباب وتعانق الاخلاء، اٰمین الٰہ الحق اٰمین!

بلاشبہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ جائز ہے، اکابر علماء نے اس کے مسنون و مندوب ہونے،

کی تصریح فرمائی، اور ہرگز ہرگز امام کبھی کوئی حدیث اس سے ممانعت میں نہ آئی، جائز شرعی کی ممانعت و مذمت پر اترنا شریعتِ مطہرہ پر افترا کرنا ہے والعیاذ باللہ رب العالمین۔

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ قبل اس کے کہ اس اجمال کی تفصیل کرے، ایک واقعۂ طیبہ و رؤیائے صالحہ ذکر کرتا ہے، وللہ الحمد والمنۃ ومنہ الفضل والنعمۃ۔

یہ مسئلہ فقیر غفرلہ المولی القدیر سے روزِ جمعہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ کو بعد نماز پوچھا گیا، جواب زبانی بیان میں آیا اور از انجا کہ آج کل قدرے علالت اور بوجہ مشاغل درس قلت مہلت تھی قصد کیا کہ جمعۂ آئندہ کی تعطیل ان شاء اللہ تعالٰی تحریر جواب کی کفیل ہوگی، اس اثنا میں سوال مذکور کا خیال بھی دل سے اتر گیا، ناگاہ شب سہ شنبہ ۲۳ ماہ مسطور کہ سر بشمال و رُو بقبلہ میں سوتا اور بخت بیدار تھا، خاص صبح کے وقت بحمد اللہ خواب دیکھا کہ سمتِ مدینہ طیبہ سے امام علام، مرشد الانام، قاضی البلاد، مفتی العباد، فقیہ النفس، متقارب الاجتہاد، امام اجل، ابو المحاسن، فخر الملۃ والدین ابو المفاخر حسن ابن امام بدر الدین منصور ابن امام شمس الدین محمود ابو القاسم بن عبد العزیز اوزجندی فرغانی معروف بہ امام قاضی خاں قدس اللہ تعالٰی سرہٗ فافاض علینا نورہٗ (جن کے فتاوٰی کے لئے شرقاً غرباً اعلٰی درجہ کا اعتبار و اشتہار اور ان کا امام مجتہد، فقیہ النفس اعظم عمائد سے ہونا آشکار) فقیر کے سرہانے تشریف لائے، بلند بالا متوسط بدن، سفید پوشاک زیب تن، وسیع گھیر نیچے دامن، اور بزبانِ فارسی یہ دو جملے ارشاد فرماتے:

"مستند ایشاں حدیثِ انس است و اُو را مفہوم نیست۔" اس کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں۔ (ت)

لفظ یہی تھے یا اس کے قریب، معاً جمال مبارک دیکھتے ہی قلبِ فقیر میں القاء ہوا کہ یہ امام قاضی خاں رحمہ اللہ تعالٰی ہیں، اور کلام مقدس سنتے ہی دل میں آیا کہ اسی مسئلہ مصافحہ کی نسبت ارشاد ہے والحمد للہ رب العالمین۔

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کو اس خواب مبارک کے ذکر سے مخالفین پر حجت لانا مقصود نہیں کہ وہ تو خواب کے لئے اصلاً قدر و قیمت نہیں رکھتے اگرچہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسے امرِ عظیم جانتے اور اس کے سننے، پوچھنے، بتانے، بیان فرمانے میں نہایت درجے کا اہتمام فرماتے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نمازِ صبح پڑھ کر حاضرین سے دریافت فرماتے:

هَلْ رَاٰی اَحَدٌ اللَّیْلَۃَ رُؤْیًا[1] آج کی شب کسی نے کوئی خواب دیکھا؟

جس نے دیکھا ہوتا عرض کرتا، حضور تعبیر فرماتے۔

احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ و طبرانی و حکیم ترمذی و ابن جریر و ابن عبدالبر و ابن النجار وغیرہم محدثین کبار کے یہاں احادیث انس و ابوہریرہ و عبادہ بن صامت و ابوسعید خدری و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن عمرو و عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عباس و جابر بن عبداللہ و عوف بن مالک و ابورزین عقیلی و عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

مسلمان کی خواب نبوت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے[2]۔[عہ]

صحیح بخاری میں ابوہریرہ اور صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں عبداللہ بن عباس ــ اور احمد و ابنائے ماجہ وخزیمہ وحبان کے یہاں بسند صحیح اُم کرز کعبیہ ــ اور مسند احمد میں ام المومنین صدیقہ ــ اور معجم کبیر طبرانی میں بسند صحیح حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی وھذا لفظ الطبرانی (یہ الفاظ طبرانی کے ہیں۔ت) حضور لامع النور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ذَھَبَتِ النُّبُوَّۃُ فَلَا نُبُوَّۃَ بَعْدِیْ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قِیْلَ وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ، قَالَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ یَرَاھَا الرَّجُلُ اَوْتُرٰی لَہٗ[3]۔

نبوت گئی اب میرے بعد نبوت نہ ہوگی مگر بشارتیں، عرض کی گئی، وہ بشارتیں کیا ہیں؟ فرمایا: نیک آدمی کہ خواب خود دیکھے یا اس کیلئے دیکھی جائے۔

اسی طرح احادیث اس بارہ میں متوافر اور اس کا امر عظیم مہتم بالشان ہونا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

عہ حدیثیں اس بارے میں مختلف آئیں، چوبیسواں، پچیسواں، چھبیسواں، چالیسواں، چوالیسواں، پینتالیسواں، چھیالیسواں، پچاسواں، سترھواں، چھہترواں ٹکڑا سب وارد ہیں، لہذا فقیر نے مطلق ایک ٹکڑا کہا، اور اکثر احادیث صحیحہ میں چھیالیسواں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب الرؤیا امین کمپنی دہلی ۲/ ۵۳
صحیح البخاری کتاب التعبیر باب تعبیر الرؤیا بعد صلوٰۃ الصبح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۴۳
سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الرؤیا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۸

[2] " " " " ۲/ ۳۲۹
صحیح البخاری کتاب التعبیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۳۴ و ۱۰۳۵

[3] المعجم الکبیر حدیث ۳۰۵۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۱۷۹

سے متواتر، ان کی تفصیل موجبِ تطویل۔

اور احمد و بخاری و ترمذی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِذَا رَاٰی اَحَدُکُمُ الرُّؤْیَا یُحِبُّہَا فَاِنَّمَا ھِیَ مِنَ اللہِ فَلْیَحْمَدِ اللہَ عَلَیْہَا وَلْیُحَدِّثْ بِہَا غَیْرَہٗ[1]

جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے پیارا معلوم ہو تو وہ اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے چاہیے کہ اس پر اللہ تعالٰی کی حمد بجالائے اور لوگوں کے سامنے بیان کرے۔

فقیرِ بے نوا کو اس سے زیادہ کیا پیارا ہوگا کہ ایک امام اجل، رکنِ شریعت، ہادیٔ ملت اس پر اپنا پرتوِ اجلال ڈالے اور محض اس کی امداد و ارشاد کے لئے غریب خانہ پر بنفسِ نفیس کرم فرمائے اور بے سابقہ عرض و درخواست خود بکمالِ مہربانی مسئلہ دین و ردِّ مخالفین تعلیم کرے۔ کیا وہ غریب خستہ فقیرِ دل شکستہ اس سے امید نہ کرے گا کہ باوجود میرے ان عظیم و شدید گناہوں کے میرا رؤف و رحیم مولٰی عزّ وعلا میرے ساتھ ایک نظرِ خاص رکھتا ہے اور مجھ سے ذلیل، بے وقعت، خوار، بے حیثیت کا افتا بھی اس بارگاہِ رحمت میں گنتی شمار کے قابل ٹھہرا ہے۔

فالحمد للہ الذی بنعمتہ و جلالہ تتم الصالحات والصلوٰۃ والسلام علی کنز الفقراء، حرز الضعفاء، عظیم الرجاء، عمیم العطیات وعلٰی اٰلہ و صحبہ اجمعین، والحمد للہ ربّ العٰلمین۔

تمامی تعریف ثابت ہے اس معبودِ حقیقی کے لئے جس کی نعمت و عظمت کے طفیل نیکیاں تمام و کمال کو پہنچیں، اور درود و سلام نازل ہو اس ذاتِ اقدس پر جو فقیروں کا خزانہ، کمزوروں کی پناہ گاہ، بڑی امید والے اور عام بخشش کرنے والے ہیں اور ان کے تمام آل و اصحاب پر، تمامی تعریف سارے جہان کے پالنہار کیلئے ہے۔(ت)

معہذا یہ بھی سنتِ صحابہ سے ثابت کہ جو خواب ایسا دیکھا گیا جس میں ان کے قول کی تائید نکلی اس پر شاد ہوئے اور دیکھنے والے کی توقیر بڑھادی۔ صحیحین[2] میں ہے ابو جمرہ ضبعی نے تمتع حج میں خواب دیکھا

---

[1] صحیح البخاری کتاب التعبیر باب الرؤیا من اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۳۴

مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۸

[2] صحیح البخاری کتاب المناسک باب التمتع الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۱۳

جس سے مذہب ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی تائید ہوئی' ابن عباس نے ان کا وظیفہ مقرر کیا اور انہوں نے انھیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھانا شروع کیا۔ ان وجوہ پر نظر تھی کہ فقیر نے یہ خواب ذکر کی۔ خواب دیکھتے ہی آنکھ کھلی' نماز کا وقت تھا، وضو میں مشغول ہوا، اثنائے وضو ہی میں خیال کیا تو یاد آیا کہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث جامع ترمذی میں مروی کہ سائل نے عرض کی :

افیاخذ بیدہ ویصافحہ قال نعم[1]

یعنی یارسول اللہ! جب مسلمان مسلمان سے ملے تو اس کا ہاتھ پکڑے اور مصافحہ کرے، فرمایا ہاں۔

اس میں لفظ "ید" بصیغہ مفرد واقع ہوا لہٰذا ان صاحبوں کا محلِ استناد ٹھہرا۔

اب قبل اس کے کہ جواب امام علیہ رحمۃ المنعام کی توضیح اور دیگر مباحثِ نفیسہ کی جو بحمداللہ قلبِ فقیر پر فائض ہوئے تصریح کروں، پہلے اس کا بیان کرنا ہے کہ امام ہمام قدس سرہٗ نے خاص حدیث انس کو کیوں ان کا مستند بنایا حالانکہ کلمہ ید بصیغہ مفرد اس کے سوا اور بھی کئی حدیثوں میں آیا۔ اس تحقیق کے ضمن میں ان شاء اللہ تعالٰی ان حدیثوں سے بھی جواب کھل جائے گا۔

فاقول وباللہ التوفیق وہ احادیثِ مصافحہ جن میں لفظِ ید بصیغہ مفرد واقع تین قسم ہیں :

قسم اول : احادیثِ فضائل جن میں مصافحہ کی ترغیب اور اس کی خوبیوں کا بیان ہے مثلاً :

حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما جسے طبرانی نے معجم اوسط اور بیہقی نے شعب الایمان میں بسندِ صالح روایت کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا لَقِیَ الْمُؤْمِنَ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَ اَخَذَ بِیَدِہٖ فَصَافَحَہٗ تَنَاثَرَتْ خَطَایَاھُمَا کَمَا تَنَاثَرُ وَرَقُ الشَّجَرِ[2]

جب مسلمان سے مسلمان مل کر سلام کرتا اور ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے ان کے گناہ جھڑ پڑتے ہیں جیسے پیڑوں کے پتے۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

[2] المعجم الاوسط حدیث ۷۴۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۱/ ۱۸۴

شعب الایمان فصل فی المصافحۃ حدیث ۸۹۵۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۴۷۳

حدیث سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ معجم کبیر طبرانی میں بسندِ حسن مروی حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا لَقِیَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ فَاَخَذَ بِیَدِہٖ تَحَاتَّتْ عَنْہُمَا ذُنُوْبُہُمَا۔[1]

مسلمان جب اپنے بھائی سے مل کر اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اُن کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ امام احمد نے ایسی سند سے جس کے سب رجال سوا میمون بن موسٰی مرئی بصری صدوق مدلس کے ثقات عدول ہیں اور نیز ابویعلٰی و بزار نے روایت کی:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمَیْنِ اِلْتَقَیَا فَاَخَذَ اَحَدُہُمَا بِیَدِ صَاحِبِہٖ اِلَّا کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اَنْ یَّحْضُرَ دُعَاءَہُمَا وَلَا یُفَرِّقَ بَیْنَ اَیْدِیْہِمَا حَتّٰی یَغْفِرَ لَہُمَا۔[2]

جب دو مسلمان ملاقات کے وقت ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑیں اللہ تعالٰی پر حق ہے کہ ان کی دُعا قبول فرمائے اور انکے ہاتھ جدا نہ ہونے پائیں کہ ان کے گناہ بخش دے۔

حدیث براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ احمد نے مسند اور ضیاء نے مختارہ میں بسند صحیح روایت کی حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ایما مسلمین التقیا فاخذ احدھما بید صاحبہ وتصافحا وحمدا اللہ جمیعا تفرقا لیس بینھما خطیئۃ۔[3]

جو دو مسلمان آپس میں مل کر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑیں اور مصافحہ کریں اور دونوں حمدِ الٰہی بجالائیں بےگناہ ہو کر جُدا ہوں۔

نیز **حدیث** براء رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ بیہقی نے بطریق زید بن براء تخریج کی، نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لایلقی مسلمٌ مسلمًا فیرحّب بہ ویاخذ

جو مسلمان مسلمان سے مل کر مرحبا کہے اور ہاتھ

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۱۵۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۶/ ۲۵۶

[2] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۴۲
الترغیب والترھیب بحوالہ احمد والبزار وابی یعلٰی الترغیب فی المصافحہ حدیث ۴ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۳۲

[3] مسند احمد بن حنبل عن براء بن عازب المکتبۃ الاسلامی بیروت ۴/ ۲۹۳ و ۲۹۴

بیدہ الا تناثرت الذنوب بینھما کما یتناثر ورق الشجر[1] ملائے ان کے گناہ برگِ درخت کی طرح جھڑ جائیں۔

اقول اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ الفاظ وحدتِ یدّ میں نص ہیں تاہم ان دونوں حدیثوں میں منکرین کے لئے حجت نہیں، ہر عاقل جانتا ہے کہ مقامِ ترغیب وترہیب میں غالباً ادنٰی کو بھی ذکر کرتے ہیں کہ جب اس قدر پر یہ ثواب یا عتاب ہے تو زائد میں کتنا ہوگا، اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اس سے زائد مندوب یا محذور نہیں۔ ترہیب کی مثال تو یہ لیجئے؛

ابن ماجہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں؛

من اعان علی قتل مومن بشطر کلمۃ لقی اللہ مکتوبًا بین عینیہ اٰئس من رحمۃ اللہ[2] جو کسی مسلمان کے قتل پر آدھی بات کہہ کر اعانت کرے اللہ سے اس حالت پر ملے کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہو خدا کی رحمت سے ناامید۔

کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ آدھی بات کہہ کر اعانت کرے تو مستحقِ عذاب، اور ساری بات سے مدد کرے تو نہیں؟

یہاں محلِ ترغیب ہے، زیادہ مثالیں اسی کی سنئے، مثلاً اگر کوئی یوں کہے کہ جو شخص اللہ تعالٰی کی راہ میں ایک پیسہ دے اللہ تعالٰی اس پر رحمت فرمائے۔ اس کے یہ معنے نہ ہوں گے کہ دو پیسے دے گا تو رحمت نہ ہوگی۔

بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور امام مالک مؤطا میں بطریق سعید بن یسار مرسلاً اور طبرانی وابن حبان ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور معجم کبیر میں ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی،

وھذا حدیث ابن حبان فی صحیحہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان اللہ یعنی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمان جو ایک چھوہارا یا ایک نوالہ اللہ کی راہ میں دے اللہ تعالٰی اسے ایسا بڑھاتا

---

[1] شعب الایمان حدیث ۲۷۵۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۷۵

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الدیات باب التغلیظ فی قتل مسلم ظلمًا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۱

یربی لاحدکم التمرۃ واللقمۃ کما یربی احدکم فلوہ او فصیلہ حتی یکون مثل احد[1]

اور پالتا ہے جیسے آدمی اپنے بچھڑے یا بوتے کو پرورش کرے یہاں تک کہ بڑھ کر کوہ اُحد کے برابر ہو جاتا ہے۔

اور صحاح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لفظ یوں ہیں :

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من تصدق بعدل تمرۃ من کسب طیب ولا یقبل اللہ الا الطیب فان اللہ یتقبلہا بیمینہ[2]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں : جو ایک چھوہارے برابر پاک مال سے خیرات کرے اور اللہ تعالٰی قبول نہیں کرتا مگر پاک کو، تو رب عزوجل اسے اپنے داہنے دستِ قدرت سے قبول فرماتا ہے۔

کوئی احمق سے احمق بھی ان حدیثوں سے یہ معنٰی نہ سمجھے گا کہ ایک چھوہارے یا ایک ہی نوالہ کی خصوصیت ہے ایک دے گا تو قبول بھی ہوگا اور ثواب بھی بڑھے گا، جہاں دو یا زائد دیئے پھر نہ قبول کی توقع نہ ثواب کی ترقی —— نہیں نہیں، بالیقین یہی معنٰی ہیں کہ ایک لقمہ یا ایک خرما بھی ان نیک جزاؤں کا باعث ہے، یوں ہی اُن احادیث کا یہ مضمون نہیں کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ ہوگا تو وہ ثواب ملے گا دو ہاتھ سے کیا تو ناجائز ہُوا یا اجر گیا، بلکہ بر تقدیر[عـہ] مذکور اُن کا اسی قدر مفاد کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ بھی اس جزائے نیک کے لئے کافی ہے۔

قسم دوم : وہ احادیث جن میں وقائع جزئیہ کی حکایت ہے، یعنی حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا فلاں صحابی نے فلاں شخص سے یوں مصافحہ فرمایا۔

حدیث حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ سنن ابی داؤد میں بروایتِ ام المومنین

عـہ یعنی اس تقدیر پر کہ وہ الفاظ ارادۂ وحدتِ ید میں فرض کرلئے جائیں۔

---

[1] موارد الظمآن الٰی زوائد ابن حبان حدیث ۸۱۹ المطبعۃ السلفیہ ص ۲۰۹

[2] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ من کسب طیب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۹
صحیح مسلم " باب بیان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف " " ۱/ ۳۲۶
جامع الترمذی ابواب الزکوٰۃ باب ماجاء فی فضل الصدقۃ امین کمپنی دہلی ۱/ ۸۳

صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی،

کانت اذا دخلت علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قام الیہا فاخذ بیدھا فتقبلہا و اجلسہا فی مجلسہ وکان اذا دخل علیہا قامت الیہ فاخذتہ بیدہ فتقبلتہ واجلستہ فی مجلسہا[1]

جب حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا خدمتِ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوتیں حضور پرنور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیام فرماتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے، اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم حضرت زہرا رضی اللہ تعالے عنہا کے یہاں تشریف لے جاتے وہ حضور کے لئے قیام کرتیں اور دستِ اقدس لے کر بوسہ دیتیں اور حضورِ والا کو اپنی جگہ بٹھاتیں، صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہا وبارک وسلم۔

حدیث معجم طبرانی کبیر،

عن ابی داؤد الاعمٰی قال لقینی البراء بن عازب فاخذ بیدی وصافحنی وضحك فی وجھی فقال تدری لما اخذت بیدك قلت لا الا انی ظننت انك لم تفعلہ الا لخیر، فقال ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقینی ففعل بی ذلك[2] الحدیث۔

یعنی ابوداؤد اعمٰی نے کہا حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے ملے میرا ہاتھ پکڑا اور مصافحہ کیا اور میرے سامنے ہنسے پھر فرمایا، تو جانتا ہے میں نے کیوں تیرا ہاتھ پکڑا! میں نے عرض کی، نہیں مگر اتنا جانتا ہوں کہ آپ نے کچھ بہتر ہی کے لئے ایسا کیا۔ فرمایا: بیشک۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے ملے تو حضور نے میرے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرمایا۔

اقول یہ بھی اصلاً قابلِ استناد نہیں، قطع نظر اس سے یہ حدیثِ طبرانی پایۂ اعتبار سے ساقط ہے، ابی داؤد اعمٰی رافضی سخت مجروح متروک ہے، امام ابن معین نے اسے کاذب کہا اور حدیثِ حضرت زہرا رضی اللہ تعالے عنہا میں ممکن کہ ہاتھ پکڑنا بوسہ دینے کے لئے ہو۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی القیام آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۸

[2] الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی الترغیب فی المصافحۃ حدیث ۳ مصطفٰے البابی مصر ۳/ ۴۳۲

مجمع الزوائد 〃 باب المصافحۃ الخ دار الکتاب بیروت ۸/ ۳۷

بہرحال ان میں نہیں مگر وقائع جزئیہ کی حکایت اور عقلاً و نقلاً مبرہن و ثابت کہ وہ حکم عام کو مفید نہیں، ہزار جگہ ائمہ دین کو فرماتے سنئے گا۔

واقعۃ حالٍ لاعموم لہا قضیۃ عین فلا تعم۔ | واقعہ حال کے لئے عموم نہیں اور قضیہ معین عام نہیں ہوتا ہے (ت)

خلاصہ یہ کہ ان سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوا یا ہمیشہ ایسا ہی ہونا چاہئے بلکہ صرف اتنا مستفاد کہ اس بار ایسا ہوا، پھر کسی واقعے میں دو امروں سے ایک کا وقوع کبھی یوں ہوتا ہے کہ یہ جو واقع ہوا دوسرے سے افضل تھا، بوجہ فضیلت اسے اختیار کیا، کبھی یوں کہ دونوں مساوی تھے، ایک مساوی کرلیا، کبھی یوں کہ وہ دوسرا ہی افضل تھا اور اس واقعے میں بیانِ جواز کے لئے یہ مفضول صادر ہوا، کبھی یوں کہ اس پر کوئی ضرورت حائل تھی۔

الی غیر ذٰلک من الاحتمالات الکثیرۃ الشائعۃ التی لا تبقی للاستدلال علینا ولا اثرا۔ | اس کے علاوہ بہت سے احتمالات مشہورہ ہیں جو ہمارے خلاف استدلال کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ (ت)

اسی لئے جو لوگ مفہوم مخالف کے قائل ہیں وہ بھی شرط لگاتے ہیں کہ واقعہ جزئیہ میں نہ ہو، ورنہ بالاجماع ماعدا سے نفیِ حکم کو مفید نہ ہوگا کما نصّ عَلَیْہِ عُلَمَاءُ الْاُصُوْل (جیسا کہ علمائے اصول نے اس پر نص قائم کی ہے۔ ت)

قسم سوم: وہ روایات جو خاص کیفیت مصافحہ میں وارد ہیں یہ البتہ قابلِ تحقیق ہیں کہ اگر کچھ بوئے استناد نکل سکتی ہے تو انھیں میں ہے، یہ دو حدیثیں ہیں:

حدیث اول: جامع ترمذی میں ہے:

حدثنا احمد بن عبدۃ الضبی نا یحیی بن مسلم الطائفی عن سفیٰن عن منصور عن خیثمۃ عن رجل عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال من تمام التحیۃ الاخذ بالید۔[1] | احمد بن عبدۃ الضبی نے یحیٰی بن مسلم سے اس نے سفیٰن سے انھوں نے منصور انھوں نے خیثمہ انھوں نے ایک شخص کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث روایت کی کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہاتھ پکڑنا کامل سلام میں سے ہے۔

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

اقول یہ حدیث بھی لائقِ احتجاج نہیں۔

اولاً اس کی سند ضعیف ہے، جس میں عن خیثمۃ عن رجل، ایک مجہول واقع
ثانیاً امام المحدثین محمد بن اسمٰعیل بخاری نے یہ حدیث تسلیم نہ فرمائی اور اس کے غیر محفوظ ہونے کی تصریح کی۔ یحیٰی بن مسلم طائفی رحمۃ اللہ علیہ جن پر اس حدیث کا مدار ہے کما فی الترمذی[1] (جیسا کہ ترمذی میں ہے۔ت) علماءِ محدثین ان کا حافظہ بُرا بتاتے ہیں کما فی التقریب (جیسا کہ تقریب میں ہے۔ت) امام بخاری کہتے ہیں میرے نزدیک یہاں بھی ان کے حفظ نے غلطی کی، انھوں نے سند مذکور سے حدیث، لا سَمَرَ الا لمصلّ او مسافر[2] (رات کی گفتگو صرف نمازی یا مسافر کے لئے جائز ہے۔ یعنی بعد نمازِ عشاء باتیں کرنا، سَمَر کے معنیٰ رات میں بات کرنا ہے۔ت) سُنی بھی بھُول کر اس کی جگہ یہ روایت کر گئے حالانکہ یہ تو صرف عبدالرحمٰن بن یزید یا اور کسی شخص کا قول ہے نقلہ الترمذی (اسے ترمذی نے نقل کیا۔ت)

ثالثاً: **اقول** وباللہ التوفیق اس سب سے درگزریئے اور ذرا غور و تامل سے کام لیجئے، تو یہ حدیث دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کا پتا دیتی ہے کہ اس میں اَخذُ بالیَدِ بصیغہ مفرد کو تمامی تحیت کا ایک ٹکڑا رکھا ہے، نہ یہ کہ صرف اسی پر تمامی وانتہا ہے۔ تحیت کی ابتداء سلام اور مصافحہ تمام اور ایک ہاتھ ملانا اسی تمامی کا ایک ٹکڑا۔

لہٰذا جامع ترمذی میں حدیثِ ابو امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان لفظوں سے آئی کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:

تمام تحیتکم بینکم المصافحۃ[3] تمہارا آپس میں تمامی تحیت کا مصافحہ ہے۔

یہاں مِنْ تبعیضیہ نہ لایا گیا کہ صرف ایک ہاتھ کا ذکر نہ تھا جو ہنوز تمامی کا بقیہ باقی ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیث دوم: وہی حدیثِ انس رضی اللہ تعالٰے عنہ جس کی طرف امام ہمام، فقیہ الانام قاضی خاں قدس سرہٗ نے اشارہ فرمایا۔ جامع ترمذی میں ہے:

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/۹۷
[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۹۷
[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۹۷

حدثنا سوید نا عبد اللّٰه نا حنظلة بن عبید اللّٰه عن انس بن مالك رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال قال رجل یارسول اللّٰه الرجل منا یلقی اخاه او صدیقه اینحنی له قال لا، قال افیلتزمه و یقبله قال لا، قال فیاخذ بیده و یصافحه قال نعم[1]

یعنی ایک شخص نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی، یا رسول اللہ! ہم میں کوئی آدمی اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کیلئے جھکے؟ فرمایا، نہیں۔ عرض کی، کیا اسے گلے لگائے اور پیار کرے؟ فرمایا، نہیں۔ عرض کی: اس کا ہاتھ پکڑے اور مصافحہ کرے؟ فرمایا، ہاں۔

اس حدیث کو ترمذی نے حسن بتایا بخلاف اول کہ خود ترمذی نے امام بخاری سے اس کی تضعیف نقل کر دی تھی، تو ثابت ہو گیا کہ حضرات مخالفین اگر سند لائیں گے تو اسی حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، باقی خیریت —— لہٰذا امام ممدوح قدس سرہٗ نے اسی حدیث کی تخصیص فرمائی۔

اب بحمد اللہ تعالٰی جواب جناب امام ہمام قدس سرہٗ کی توضیح سنیئے —— ظاہر ہے کہ افراد ید سے اس حدیث خواہ کسی حدیث میں اگر نفی یدین پر استدلال ہوگا تو لاجرم بطریق مفہوم مخالف ہوگا اور وہ محققین کے نزدیک حجت نہیں جس کی بحث کتب اصول میں ختم ہو چکی۔

اقول و باللّٰہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت)

اوّلاً قرآن عزیز میں ہے،

بیدك الخیر انك علیٰ کل شئ قدیر[2]

تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے، بیشک تو ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ تیرے ایک ہی ہاتھ میں بھلائی ہے؟ معاذ اللہ دوسرے میں نہیں۔

ثانیاً احمد، بخاری، مسلم اور ترمذی حضرت سیدنا سعد بن مالک بن سنان رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ما جاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

[2] القرآن الکریم ۳/ ۲۶

ان اللہ تعالٰی یقول لاھل الجنۃ یا اھل الجنۃ فیقولون لبیک یاربنا وسعدیک والخیر فی یدیک، الحدیث[1]

بیشک اللہ تعالٰی جنتیوں سے فرمائے گا: اے جنت والو۔ عرض کریں گے، لبیک اے رب ہمارے! ہم تیری خدمت میں حاضر ہیں، تیرے دونوں ہاتھوں میں بھلائی ہے۔

اسی طرح تفسیرِ مقامِ محمود میں حدیثِ حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ نسائی نے بسندِ صحیح اور حاکم نے بافادۂ تصحیح اور طبرانی اور ابن مندہ نے روایت کی ــــــ یوں آئی:

یجمع اللہ الناس فی صعید واحد فلا تکلم نفس فاول مدعو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیقول لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک[2]، الحدیث۔

اللہ تعالٰی روزِ قیامت لوگوں کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا تو کوئی کلام نہ کرے گا، سب سے پہلے محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ندا ہوگی حضور عرض کرینگے، الٰہی! میں حاضر ہوں خدمتی ہوں تیرے دونوں ہاتھوں میں بھلائی ہے۔

ابن مندہ نے کہا:

حدیث مجمع علی صحۃ اسنادہ وثقۃ رجالہ[3]

اس حدیث کی صحتِ اسناد و عدالتِ رُوات پر اجماع ہے۔

یونہی حدیث بعث النار میں اللہ تعالٰی کا آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو ندا فرمانا ــــــ اور ان کا جواب میں لبیک وسعدیک والخیر بیدیک[4] عرض کرنا مروی ــــ الٰی غیر ذٰلک من الاحادیث کیا یہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب التوحید کلام الرب مع اہل الجنۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۲۱
صحیح مسلم کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واھلہا " " ۲/۳۸۰
جامع الترمذی ابواب صفۃ الجنۃ امین کمپنی دہلی ۲/۷۹
مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۲/۸۸

[2] المطالب العالیۃ حدیث ۴۶۳۵ توزیع عباس احمد الباز (مکۃ المکرمۃ) ۴/۳۸۶
المستدرک للحاکم کتاب التفسیر ذکر المقام المحمود دار الفکر بیروت ۲/۳۶۳
مجمع الزوائد کتاب البعث باب منہ فی الشفاعۃ دار الکتاب بیروت ۱۰/۳۷۷

[3] المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/۶۴۲

[4] مسند ابی عوانۃ بیان انہ لایدخل الجنۃ الا نفس مسلمۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/۸۹

حدیثیں معاذ اللہ اس آیت کے مخالف ہیں؟

ثالثاً اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قل ان الفضل بید اللہ[1] تو فرما دو بے شک فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ ایک ہی ہاتھ میں فضل ہے؟

رابعاً فرماتا ہے:

بیدہ ملکوت کل شیئ[2] اسی کے ہاتھ میں ہے قدرت ہر چیز کی۔

کیا معاذ اللہ دوسرے ہاتھ میں مالکیت و مقدرت نہیں؟

خامساً دیلمی کی حدیث میں ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ید اللہ مبسوطۃ۔[3] اللہ کا ہاتھ کشادہ ہے۔

کیا معاذ اللہ اس کا یہ مفہوم کہ ایک ہی ہاتھ کشادہ ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

بل یداہ مبسوطتان ینفق کیف یشاء[4] بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں خرچ فرماتا ہے جیسے چاہے۔

سادساً حدیث میں ہے:

ید اللہ ملاٰی[5] اللہ تعالٰی کا ہاتھ غنی ہے۔

کیا دوسرے ہاتھ سے غنا منتفی ہے؟

سابعاً حدیث شریف میں ہے:

ید اللہ ھی العلیا۔[6] اللہ ہی کا ہاتھ اونچا ہے۔

کیا عیاذاً باللہ ایک ہی ہاتھ بلند و بالا ہے؟

---

[1] القرآن الکریم ۳/۷۳

[2] ؍؍ ۳۶/۸۳

[3] کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق برمز "فر" حدیث ۱۰۱۲۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۳۷۵

[4] القرآن الکریم ۵/۶۴

[5] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۂ ہود ۲/۶۷۵ و کتاب التوحید ۲/۱۱۰۲

[6] مسند احمد بن حنبل المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۴۶ و ۳/۴۷۳ و ۴/۱۳۷

ثامنًا قال اللہ تعالیٰ :

اذا اخرج یدہ لم یکد یراھا[1] کا فرایسی اندھیری میں ہے کہ اپنا ہاتھ نکالے تو نظر نہ آتے۔

کیا اس کے یہ معنی کہ دونوں ہاتھ نکالے تو نظر آئیں گے !

تاسعًا قال اللہ تعالیٰ :

خذ بیدك ضغثًا فاضرب به ولا تحنث[2] اپنے ہاتھ میں جھاڑو لے کر مار اور قسم جھوٹی نہ کر۔

علماء فرماتے ہیں یہ حکم اب بھی باقی ہے یعنی اگر مثلاً کسی نے غصے میں قسم کھائی کہ زید کو سو لکڑیاں ماروں گا، اب غصہ فرد ا ہوا، چاہتا ہے کہ قسم بھی سچی ہو اور زید ضرب شدید سے بچے بھی تو جھاڑو وغیرہ کی سو شاخیں جمع کر کے اسی طرح زید کے بدن پر مارے کہ وہ سب جسم پر جدا جدا پہنچیں، کیا اگر دونوں ہاتھ میں جھاڑو لے کر ماریں تو اس ارشاد کا خلاف ہوگا !

عاشرًا قال تعالیٰ :

یعطوا الجزیة عن ید وھم صاغرون[3] جزیہ دیں ہاتھ سے ذلیل ہو کر۔

کیا اگر دونوں ہاتھ سے دیں تو تعمیل حکم نہ ہو !

حادی عشر بخاری، ابوداؤد اور نسائی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور احمد و ترمذی و نسائی و حاکم و ابن حبان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یدہ[4] مسلمان وہ ہے کہ مسلمان اس کے زبان اور ہاتھ سے امان میں رہیں۔

کیا اس کے یہ معنی کہ ایک ہاتھ سے امان میں ہوں اور دوسرے سے ایذا میں !

ثانی عشر احمد و بخاری مقداد بن معدیکرب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی، حضور

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰ [2] القرآن الکریم ۳۸/ ۴۴
[3] " " ۹/ ۲۹
[4] صحیح البخاری کتاب الایمان باب المسلم من سلم المسلمون الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶
جامع الترمذی ابواب الایمان " " امین کمپنی دہلی ۲/ ۸۷

سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما اکل احد طعاما قط خیرا من ان یاکل من عمل یدہ[1] کسی نے کبھی کھانا اس سے بہتر نہ کھایا کہ اپنے ہاتھ کے کسب سے کھائے۔

اور احمد بسند صحیح اور طبرانی وحاکم حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ اور نیز طبرانی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اطیب الکسب عمل الرجل بیدہ[2] سب سے بہتر کمائی آدمی کی اپنے ہاتھ کا کسب ہے۔

کیا اگر دونوں ہاتھ کا کسب ہو تو وہ کھانا اس فضل سے باہر ہے!

ثم اقول بلکہ بارہا لفظ یَدْ بصیغہ مفرد لاتے اور دونوں ہاتھ مراد ہوتے ہیں:

(۱) ید اللہ مبسوطۃ (اللہ جل مجدہ کا دستِ قدرت کشادہ ہے)

(۲) ید اللہ ملأی (دستِ قدرت بھرا ہوا ہے)

(۳) ید اللہ ھی العلیا (دستِ قدرت ہی بلند و برتر ہے)

(۴) المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ[3] (مسلمان وہ ہے جس کی زبان وہاتھ سے مسلمان محفوظ رہے) میں یہی معنی مراد ہیں۔

(۵) حدیث عمل یدیہ (اس کے دونوں ہاتھ کا کسب) بھی ایسے ہی موقع پر وارد کہ غالباً کسبِ انسان دونوں ہاتھ سے ہوتا ہے، اسی حدیث مقدام کی اسی صحیح بخاری میں دوسری روایت من عمل بیدہ ہے۔

(۶) اسی طرح حاکم وغیرہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی دعا میں عرض کرتے:

اللھم انی اسئلک من کل خیر خزائنہ الٰہی! میں تجھ سے مانگتا ہوں ان سب

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۸
مسند احمد بن حنبل عن مقدام بن معدیکرب المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۳۱ و ۱۳۲

[2] کنز العمال بحوالہ حم، طب، ک عن رافع بن خدیج حدیث ۹۱۹۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۴

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶
صحیح مسلم " باب جامع اوصاف الاسلام " " " ۱/۴۸

بیدك واعوذبك من کل شر خزائنه بیدك[1] — بھلائیوں سے جن کے خزانے تیرے ہاتھ میں ہیں اور تیری پناہ مانگتا ہوں ان سب برائیوں سے جن کے خزانے تیرے ہاتھ میں ہیں۔

یہ حدیث دونوں جگہ دونوں طور پر مروی ہوئی بیدك اور بیدیك۔

(لمہ) صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان داؤد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لایاکل الا من عمل یدہ[2] — داؤد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ کھاتے تھے مگر اپنے ہاتھ کے عمل سے۔

اور یوہیں حدیث مقدام کے تتمہ میں احمد و بخاری نے روایت کیا:

ان نبی داؤد کان یاکل من عمل یدہ[3] — بے شک داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کے عمل سے ہی کھاتے تھے۔

سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل قرآن عظیم سے معلوم ہے کہ زرہیں بنانا تھا اور وہ دو ہی ہاتھ سے ہوتا ہے۔

لہٰذا صحیح بخاری میں دونوں حدیثوں کی دوسری روایتیں بلفظ "یدیہ" آئیں ـــ پس ثابت ہوا کہ بہت جگہ ید و یدین میں کچھ فرق نہیں کرتے، اور بے تکلف تثنیہ کی جگہ مفرد لاتے اور ایک ہی امر میں کبھی تثنیہ کبھی مفرد بولتے ہیں، پھر افراد کو نفی تثنیہ کی دلیل سمجھنا کس قدر عقل سے بعید ہے۔

ثم اقول وباللہ التوفیق (پھر میں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں۔ ت) میں موارد استعمال اور مواقع خاصہ سے استدلال کرتا ہوں وہ قاعدہ ہی کیوں نہ ذکر کروں جو خاص اسباب میں ائمہ عربیت نے وضع کیا اور ایسے الفاظ میں تثنیہ و افراد یکساں ہونے کا ہمیں عام ضابطہ دیا علامہ زین بن نجیم مصری قدس سرہٗ نے جہاں خطبہ اشباہ میں فرمایا:

اعملت بدنی اعمال الجد مابین — میں اپنے بدن کو کوشش کے کام میں لایا جو

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الدعاء دار الفکر بیروت ۱/۵۲۵

[2] صحیح البخاری کتاب البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۸

[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۱/۲۷۸

بصری ویدی وظنونی [۱] — میری آنکھ، ہاتھ اور گمان کے درمیان ہے۔

اس پر علامہ ادیب سید احمد حموی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا:

اطلق الید واراد الیدین لانہ اذا کان الشیئان لایفترقان من خلق اوغیرہ اجزأ من ذکرھما ذکر احدھما کالعین تقول کحلت عینی وانت ترید عینیك ومثل العینین المنخرین[عہ] والرجلین والخفین والنعلین تقول لبست خفی ترید خفیك کذا فی شرح الحماسۃ [۲]

یعنی مصنف نے لفظ ید بولا اور مراد دونوں ہاتھ ہیں کہ دو چیزیں جب آپس میں جدا نہ ہوتی ہوں خواہ اصل پیدائش میں (جیسے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان) یا اور طرح (جیسے موزے، جوتے، دستانے کہ جوڑا ہی مستعمل ہے) تو ان میں ایک کا ذکر دونوں کے ذکر کا کام دیتا ہے کہتے ہیں آنکھ میں سرمہ لگایا اور مراد دونوں آنکھوں میں لگانا ہوتا ہے۔ یوہیں نتھنے، قدم، موزے، کفش۔ تو کہتا ہے میں نے موزہ پہنا اور مراد یہ کہ دونوں موزے پہنے۔ اسی طرح شرح حماسہ میں ذکر کیا۔

میں کہتا ہوں یہ محاورہ نہ فقط عرب بلکہ فارس، ہند میں بھی بعینہا رائج، جیسا کہ مطالعہ اشعار سابقین ولاحقین سے واضح ولائح۔ خیر یہ تو ایک خاص قاعدہ تھا۔ علامہ ممدوح نے اس سے چند سطر اُوپر اس سے عام تر تصریح فرمائی کہ:

اِسْتِعْمَالُ الْمُفْرَدِ مَوْضِعَ الْمُثَنّٰی عَرَبِیٌّ شَائِعٌ سَائِغٌ [۳]

یعنی تثنیہ کی جگہ مفرد لانا اہل عرب میں مشہور و مقبول ہے۔

اور اس کی سند میں ابوذؤیب کا شعر پیش کیا ؎

فالعین بعدھم کان حداقھا ۔۔۔ سملت بشوك فھی عور تدمع [۴]

(ان ممدوحین کے بعد آنکھ گویا اس کی پتلیاں کانٹے سے پھوڑ دی گئی ہیں تو وہ اندھی ہو کر

عہ المنخرین الی اٰخرہ کذا فی نسختی الغمز والظاھر الرفع۔ منہ

منخرین میرے غمز کے نسخہ میں اسی طرح ہے، ظاہر یہ ہے کہ مرفوع ہونا چاہئے۔ (ت)

---

[۱] الاشباہ والنظائر خطبۃ الکتاب ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراچی ۱/۱۹

[۲] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر خطبۃ الکتاب " " " " ۱/۱۹

[۳] " " " " " " " " ۱/۱۹

[۴] " " " " " " " " ۱/۱۹

آنسو بہارہی ہیں۔ ت)

دیکھو، اس نے ایک آنکھ کہا اور دونوں مراد لیں ـــ لہذا احداق کو جمع لایا ورنہ ایک آنکھ میں چند حدقے نہیں ہوتے۔ اب تو اوہام جاہلانہ کا کوئی محل ہی نہ رہا، اور حدیث سے استناد کا بھرم کھل گیا، والحمد للہ رب العٰلمین۔

ثم اقول وباللہ التوفیق سب سے قطع نظر کیجئے اور بفرضِ غلط مان ہی لیجئے کہ لفظ "الید" کا مفہوم مخالف نفی یدین ہوتی ہے تاہم حدیثِ مذکور محلِ استناد منکرین یعنی حدیثِ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ میں اس مفہوم کی گنجائش نہیں کہ وہاں تو لفظِ ید بصیغۂ مفرد کلامِ امجد سیدِ اوحد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہے ہی نہیں۔ سائل کے کلام میں ہے اس نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کا حکم پوچھا،

فیاخذہ بیدہ ویصافحہ ۔ کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے ؟

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سوال کا جواب ارشاد فرمادیا کہ ہاں جائز ہے[1]۔

یہاں نہ دو ہاتھ سے مصافحہ کا ذکر نہ اس سے سوال، پھر اس کلام سے اس کی نسبت نفی نکالنا محض خیال محال، دنیا بھر کے مفہوم مخالف ماننے والے بھی یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ کلام کسی سوال کے جواب میں نہ آیا ہو ورنہ بالاجماع نفی ماعدا مفہوم نہ ہوگی ـــ صرح بہ ائمۃ الاصول (ائمہ اصول نے اس کی صراحت کر دی ہے۔ ت) ـــ مثلاً کوئی سائل سوال کرے صبح کی نماز میں قرارت جہری ہے یا نہیں؟ مجیب کہے ہاں۔ اس سے کوئی عاقل یہ نہ سمجھے کہ ماورائے صبح میں جہر نہیں، بلکہ جس قدر سے سوال تھا اسی قدر سے جواب دیا گیا۔ یہ بحمد اللہ تعالٰی دوسرے معنٰی ہیں۔ کلامِ امام قاضی خاں قدس سرہٗ کے کہ "اورا مفہوم نیست" یعنی اس حدیث میں مفہوم مخالف کا سرے سے محل ہی نہیں۔

وباللہ التوفیق ثم **اقول** (اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ پھر میں کہتا ہوں۔ ت) یہ اس وقت ہے کہ حدیث مذکور کو قابلِ احتجاج مان بھی لیں ورنہ اگر نقد و تنقیح پر آئے تو وہ ہرگز نہ صحیح نہ حسن بلکہ ضعیف منکر ہے، مدار اس کا حنظلہ بن عبداللہ سدوسی پر ہے اور حنظلہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ امام یحیٰی بن سعید قطان نے کہا، ترکتہ عمدا کان قد اختلط[2] میں نے اسے عمداً متروک کیا صحیح الحواس نہ رہا تھا ـــ امام احمد نے فرمایا، ضعیف منکر الحدیث ہے یحدث باعاجیب[3] تعجب خیز روایات لاتا ہے۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

[2] و [3] میزان الاعتدال ترجمہ ۲۳۷۳ حنظلۃ السدوسی دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۶۲۱

امام یحییٰ بن معین نے کہا، لیس بشئ تغیر فی اٰخر عمرہ[1] کوئی چیز نہ تھا آخر عمر میں متغیر ہوگیا تھا ـــــ امام نسائی نے کہا، ضعیف[2]، ایک بار فرمایا، لیس بقوی[2] وہ قوی نہیں۔ ذکر کل ذٰلک الذہبی فی المیزان (ہر ایک کو امام ذہبی نے میزان میں بیان کیا۔ ت) ـــــ یونہی امام ابوحاتم نے کہا، قوی نہیں ـــــ

فی المغنی للامام الذہبی حنظلۃ السَّدُوسی صاحب انس ضعّفہ س، وقال ابوحاتم لیس بالقوی[3]۔

امام ذہبی کی مغنی میں ہے کہ حنظلہ سدوسی حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شاگرد کو اس نے ضعیف کہا ہے اور ابوحاتم نے کہا قوی نہیں ہے۔ (ت)

لاجرم امام خاتم الحفاظ نے تقریب میں اس کے ضعف پر جزم فرمایا،

حیث قال حنظلۃ السدوسی، ابوعبدالرحیم، ضعیف[4]۔

جہاں انھوں نے فرمایا کہ حنظلہ سدوسی ابوعبدالرحیم ضعیف ہے۔ (ت)

اگر کہئے کہ امام ترمذی نے جو اس حدیث کی تحسین کی ـــــ **اقول** ائمہ ناقدین نے امام ترمذی پر اس بارے میں انتقادات کئے ہیں اور وہ قریب قریب ان لوگوں میں ہیں جو تصحیح وتحسین میں تساہل رکھتے ـــــ امام عبدالعظیم منذری کتاب الترغیب میں فرماتے ہیں،

انتقد علیہ الحفاظ تصحیحہ لہ بل وتحسینہ[5]۔

حفاظ نے ان کی تصحیح پر بلکہ تحسین پر بھی تنقید کی ہے۔ (ت)

ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں،

وَلِھٰذا لایعتمد العُلَمَاءُ عَلٰی تَصْحِیْحِ التِّرْمِذِی[6]۔

اسی لئے ترمذی کی تصحیح پر علماء اعتماد نہیں کرتے۔ (ت)

یہاں تک امام محدث ابوالخطاب ابن دحیہ نے جنھیں شاہ ولی اللہ دہلوی نے قرۃ العینین

---

[1] و [2] میزان الاعتدال ترجمہ ۲۳۷۳ حنظلۃ السدوسی دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۶۲۱

[3] المغنی فی الضعفاء للامام الذہبی

[4] تقریب التہذیب ترجمہ ۱۵۸۰ حنظلۃ السدوسی دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۵۰

[5] الترغیب والترہیب کتاب الجمعۃ حدیث ۲۴ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۹۳

[6] میزان الاعتدال ترجمہ ۶۹۴۳ کثیر بن عبداللہ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۴۰۷

فی تفضیل الشیخین میں الحافظ المحدث المتقن[1] کہا۔ تحسین ترمذی کی نسبت وہ کچھ تحریر فرمایا جو امام فخر الدین زیلعی نے "نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ" میں نقل فرماکر مقرر رکھا۔

حیث قال قال ابنُ دِحْیَۃَ فی العلم المشہور وکم حسن الترمذی فی کتابہ من احادیث موضوعۃ واسانید واھیۃ منہا ھذا الحدیث[2] اھ یعنی حدیث عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی عدد تکبیرات العیدین۔

جہاں انھوں نے فرمایا کہ ابن دحیہ نے "العلم المشہور" میں کہا ہے کہ ترمذی نے اپنی کتاب میں کتنی ہی موضوع احادیث اور کمزور سندوں کو حسن قرار دیا ہے انہی میں سے یہ حدیث ہے یعنی حدیث عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ عیدین کی تکبیرات کی تعداد کے بیان میں۔ (ت)

اور قاطع نزاع یہ ہے کہ خود اسی حدیث حنظلہ کو امام ائمۃ المحدثین حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے تصریحاً فرمادیا کہ منکر ہے ـــــ امام ذہبی تہذیب میں لکھتے ہیں:

حنظلۃ بن عبد اللہ ویقال ابن عبید اللہ وقیل ابن ابی صفیۃ السدوسی امام مسجد بنی سدوس بالبصرۃ ابو عبد الرحیم عن انس۔ قال یحیٰی القطان ترکتہ کان قد اختلط وضعفہ احمد وقال یروی عن انس مناکیر منہا قلنا أینحنی بعضنا لبعض[3] اھ ملخصاً

حنظلہ بن عبداللہ اور ابن عبید اللہ اور ابن ابی صفیہ السدوسی بھی ان کو کہا گیا ہے یہ بصرہ میں بنی سدوس کی مسجد کے امام ہیں کنیت ابو عبد الرحیم ہے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں یحیٰی بن قطان نے کہا میں نے انکو متروک قرار دیا ہے کہ اختلاط ہوگیا تھا اور امام احمد نے انکو ضعیف کہا ہے اور فرمایا یہ حضرت انس سے منکرات لاتے ہیں انہی میں سے ہے کہ "ہم نے کہا، کیا ہم آپس میں ایک دوسرے کیلئے جھکا کریں" اھ ملخصاً (ت)

امام ہمام مرجع ائمۃ الحدیث کی تضعیف کے مقابل امام ترمذی کی تحسین کب مقبول ہوسکتی ہے۔

بالجملہ بحمدہٖ تعالٰی آفتاب روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ منکرین کے ہاتھ میں اصلاً کوئی حدیث نہیں جس میں اُن کے قول کی بُو بھی نکل سکے، ثبوتِ ممانعت تو بڑی چیز ہے۔ اور اگر یہ حدیثیں اور ان جیسی ہزار

---

[1] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین فصل سوم المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۰۰

[2] نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ العیدین مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور ۲/ ۲۲۵

[3] تہذیب التہذیب للذہبی من اسمہ حنظلہ حنظلہ بن عبداللہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ۳/ ۶۲

اور ہوں، اور وہ بالفرض سب صحاح و حسان ہوں تاہم تحقیقاتِ بالا نے روشن کردیا کہ اصلاً مفید انکار نہ ہوں گی ــــ یہ کسی حدیث میں دکھائیں کہ حضور پرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو منع فرمایا یا ارشاد ہوا کہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کیا کرو، بغیر اس کے ثبوتِ ممانعت کا دعوٰی محض ہوس پکانا ہے یا جنونِ خام، والحمد للہ ولی الانعام۔

اب رہا یہ کہ دو ہاتھ سے مصافحہ کا ثبوت کیا ہے۔

اقول وباللہ التوفیق، **اولاً** صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ انھوں نے فرمایا:

علمنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکفی بین کفیہ التشھد[1]۔ الحدیث

حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لے کر مجھے التحیات تعلیم فرمائی۔

امام المحدثین امام بخاری نے اپنی جامع صحیح کی کتاب الاستیذان میں مصافحہ کے لئے جو باب وضع کیا اس میں سب سے پہلے اسی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نشان دیا۔ پھر اسی باب مصافحہ کے برابر دوسرا باب وضع کیا باب الاخذ بالیدین یعنی یہ باب ہے دونوں ہاتھ میں ہاتھ لینے کا۔ اس میں بھی وہی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ مسنداً روایت کی۔ اگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ لینا مصافحہ نہ تھا تو اس حدیث کو باب المصافحہ سے کیا تعلق ہوتا۔ صحیح بخاری کی اس تحریر پر دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت۔ ہاں اگر حضراتِ منکرین جس طرح ائمہ فقہ کو نہیں مانتے اب امام بخاری کی نسبت کہہ دیں کہ وہ حدیث غلط سمجھتے تھے ہم ٹھیک سمجھتے ہیں، تو وہ جانیں اور ان کا کام۔

معہذا مصافحہ دونوں جانب سے صفحاتِ کف ملانا ہے اور یہ معنٰی اس صورت کفی بین کفیہ (میرا ہاتھ دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لے۔ ت) میں ضرور متحقق، تو اس کے مصافحہ ہونے سے انکار پر کیا باعث رہا ــــ بعض جُہلا کا کہنا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے تو ایک ہی ہاتھ تھا۔ یہ محض جہالت وادعائے بے ثبوت ہے۔ دونوں طرف سے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاستیذان باب المصافحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۲۶
صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب التشہد فی الصلوٰۃ " " ۱/ ۱۷۳

دونوں ہاتھ ملائے جائیں تو ایک کا ایک ہی ہاتھ دوسرے کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہوگا نہ کہ دونوں ــــ وَھٰذَا ظَاھِرٌ جِدًّا (اور یہ بہت زیادہ ظاہر ہے۔ ت) اور جب حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے دونوں ہاتھ کا ثبوت ہوا تو ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے ثبوت نہ ہونا کیا زیرِ نظر رہا۔

ثانیاً اکابر علمائے عامۂ کتب مثل خزانۃ الفتاوی و فتاوی عالمگیریہ و فتاوی زاہدی و درمختار و منتقٰی شرح ملتقی و منیۃ الفقہاء و شرح نقایہ و رسالہ علامہ شرنبلالی و مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر و فتح اللہ المعین للعلامۃ السید ابی المسعود الازہری و حاشیۂ طحطاوی و حاشیۂ شامی وغیرہا میں تصریح فرماتے ہیں کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے سنت ہے۔ ہندیہ میں ہے:

یجوز المصافحۃ والسنۃ فیہا ان یضع یدیہ علی یدیہ من غیر حائل من ثوب اوغیرہ، کذا فی خزانۃ الفتاوی[1]۔

مصافحہ جائز ہے، سنت اس میں یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اس طور پر رکھے کہ درمیان میں کوئی کپڑا یا اور کوئی چیز حائل نہ ہو، ایسے ہی خزانۃ الفتاوی میں ہے۔ (ت)

شرح تنویر پھر حواشی الکنز للسید میں ہے:

فی القنیۃ السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ[2]۔

قنیہ میں ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے سنت ہے۔ (ت)

شرح متن الحلبی للعلامۃ العلائی پھر ردالمحتار میں ہے:

السنۃ ان تکون بکلتا یدیہ[3]۔

سنت یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرے۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

السنۃ فیہا ان تکون بکلتا یدیہ کما فی المنیۃ[4]۔

مصافحہ میں سنت یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے کرے، جیسا کہ منیہ میں ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۹

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۴

[3] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۴

[4] جامع الرموز کتاب الکراہیۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/ ۳۱۶

شرح علامہ شیخی زادہ قاضی رومی میں ہے:

السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ[1] — مصافحہ میں سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے کرے (ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

مصافحہ سنت است نزد ملاقات و باید کہ بہر دو دست بود[2] — ملاقات کے وقت مصافحہ سنت ہے اور چاہئے کہ دونوں ہاتھوں سے ہو (ت)

مخالفین کا یہ دعوٰی ہے کہ فقہاء کی جزئیات ہم اپنے زعم میں حدیث کے خلاف سمجھیں گے اسے نہ مانیں گے یہاں تک کہ ان کے ارشادات کو اصلاً کسی حدیث کے مخالف نہیں بتا سکتے، نہ ماننے کی وجہ کیا ہے! مگر یہ کہ فقہ و فقہاء سے خاص عداوت ہے کہ اگرچہ ان کی بات میں ادعائے مخالفتِ حدیث کی راہ نہ پائیں تاہم قابلِ تسلیم نہیں جانتے۔

ثالثاً صحیح بخاری شریف کے اسی باب مذکور میں ہے:

صافح حماد بن زید ابن المبارک بیدیہ[3] — امام حماد بن زید نے امام اجل عبداللہ بن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

تاریخ امام بخاری میں ہے:

حدثنی اصحابنا یحیٰی وغیرہ عن اسمٰعیل بن ابراھیم قال رایت حماد بن زید و جاءہ ابن المبارک بمکۃ فصافحہ بکلتا یدیہ[4] — یعنی مجھ سے میرے اصحاب یحیٰی ابوجعفر بیکندی وغیرہ نے اسمٰعیل بن ابراہیم سے حدیث بیان کی کہ انھوں نے کہا کہ میں نے حماد بن زید کو دیکھا اور ابن المبارک ان کے پاس مکہ معظمہ میں آئے تھے تو انھوں نے ان سے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا۔

یہ امام اجل حماد بن زید ازدی بصری قدس سرہٗ اجلہ ائمہ تبع تابعین سے ہیں۔ انس بن سیرین و ثابت بنانی و عاصم بن بہدلہ و عمرو بن دینار و محمد بن واسع وغیرہم علمائے تابعین شاگردان حضرت انس

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الکراھیۃ فصل فی احکام النظر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۴۱

[2] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب المصافحۃ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۲۰

[3] صحیح البخاری کتاب الاستیذان باب الاخذ بالیدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۲۶

[4] التاریخ البخاری باب اسمٰعیل ترجمہ ۱۰۸۴ دارالباز مکۃ المکرمۃ ۱/۳۴۳

بن مالک و عبد اللہ بن عمرو عبد اللہ بن عباس وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے علم حاصل کیا، اور اجلۂ ائمہ محدثین و علمائے مجتہدین مثل امام سفیان ثوری و امام یحیٰی بن سعید قطان و امام عبد الرحمٰن بن مہدی و امام علی بن مدینی وغیرہم کہ امام بخاری و امام مسلم کے اساتذہ واساتذۃ الاساتذہ تھے، اس جناب کے شاگرد ہوئے۔

امام عبد الرحمٰن بن مہدی فرمایا کرتے،

ائمة الناس فی زمانهم اربعة سفین بالكوفة ومالك بالحجاز والاوزاعی بالشام وحماد بن زید بالبصرة۔[1]

مسلمانوں کے امام اپنے زمانے میں چار ہیں، کوفہ میں سفیان، حجاز میں مالک، شام میں اوزاعی، بصرہ میں حماد بن زید۔

اور یہ بھی فرماتے،

ما رأیت اعلم من مالك و سفین و حماد بن زید۔[2]

میں نے مالک و سفیان و حماد بن زید سے زیادہ کوئی علم والا نہ دیکھا۔

اور یہ بھی فرماتے کہ،

ما رأیت بالبصرة افقه منه ولم ار احدا اعلم بالسنة منه۔[3]

میں نے بصرے میں ان سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہ دیکھا اور میں نے ان سے زیادہ حدیث جاننے والا کوئی نہ پایا۔

امام احمد بن حنبل فرماتے،

حماد بن زید من ائمة المسلمین۔[4]

حماد بن زید مسلمانوں کے اماموں میں سے ہیں۔

اس جناب نے ماہِ رمضان ۱۷۹ھ میں وفات پائی، جس دن انتقال ہوا یزید بن زریع بصری کو خبر پہنچی فرمایا، الیوم مات سید المسلمین آج مسلمانوں کے سردار نے انتقال کیا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ۔

ذکر کل ذٰلك الامام الذهبی فی تهذیب التهذیب۔

امام ذہبی نے ان میں سے ہر ایک کو تہذیب التہذیب میں ذکر فرمایا۔ (ت)

اور دوسرے صاحب حضرت امام الائمہ علم الہدی شیخ الاسلام عبد اللہ بن مبارک مروزی کا تو ذکر ہی کیا ہے، عالم میں کون سا قدر سے لکھا پڑھا ہے جو اس جناب کی جلالت شان ورفعت مکان سے آگاہ نہیں، وہ بھی اجلہ ائمہ تبع تابعین سادات محدثین، کبرائے مجتہدین اور امام بخاری و مسلم کے استاذ الاستاذین اور ہمارے امام اعظم کے خاص شاگردان و مستفیدین سے ہیں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

---

[1] تا [4] تہذیب التہذیب من اسمہ حماد حماد بن زید دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ۳/۱۰

علمائے دین فرماتے ہیں تمام جہان کی خوبیاں اللہ تعالٰی نے ان میں جمع فرما دی تھیں قالہ فی التقریب[1] (اسے تقریب میں بیان کیا گیا۔ ت) اور فرماتے ہیں جہاں عبداللہ بن مبارک کا ذکر ہوتا ہے وہاں رحمتِ الٰہی اترتی ہے ذکرہ الزرقانی وغیرہ (اسے زرقانی وغیرہ نے ذکر کیا۔ ت) ان کا کچھ تذکرہ دیکھنا چاہو تو سرِ دست شاہ عبدالعزیز صاحب کی بستان المحدثین[2] ہی دیکھو۔

ہم نے بحمداللہ خاص صحیح بخاری سے ایسے دو امام جلیل تبع تابعین سے دونوں ہاتھ کا مصافحہ ثابت کر دیا۔ مخالف بھی تو کہیں سے مصافحت ثابت کرے یا ایسے حضرات تبع تابعین پر بھی معاذاللہ بدعت مخالفتِ سنت کا گمان ہوگا یا اقرار کر دیجئے گا کہ وہ بھی حدیث وسنت نہ جانتے تھے۔ محدث مجتہد جو کچھ ہیں بس آپ ہی تیرہ صدی کی چھٹن چند جاہلانِ ہندی وطن، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سابعًا ان حضرات کا داب کلی ہے کہ جس امر پر اپنی قاصر نظر ناقص تلاش میں حدیث نہیں پاتے اس پر بے اصل و بے ثبوت ہونے کا حکم لگا دیتے اور اس کے ساتھ ہی صرف اس بنا پر اسے ممنوع وناجائز ٹھہرا دیتے ہیں، پھر اس طوفان بے ضابطگی کا وہ جوش ہوتا ہے کہ اس اپنے نہ پانے کے مقابل علماء و مشائخ کی تو کیا گنتی حضراتِ عالیہ ائمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے ارشادات بھی پایہ اعتبار سے ساقط اور ان کے احکام کو بھی (رد کر دیتے ہیں) معاذ اللہ باطل و غیر ثابت بتاتے ہیں یہ وہ جہالت بے مزہ ہے جسے کوئی ادنٰی عقل والا بھی قبول نہیں کر سکتا، ان حضرات سے کوئی اتنا پوچھنے والا نہیں کہ "کے آمدی وکے پیر شدی" (کب آئے اور بوڑھے ہوئے۔ ت) بڑے بڑے اکابر محدثین ایسی جگہ لم ارد ولم اجد پر اقتصار کرتے ہیں یعنی ہم نے نہ دیکھی ہمیں نہ ملی، نہ کہ تمہاری طرح عدم وجدان کو عدم وجود کی دلیل ٹھہرا دیں۔

صاحبو! لاکھوں حدیثیں اپنے سینوں میں لے گئے کہ اصلاً تدوین میں بھی نہ آئیں۔ امام بخاری کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ تھیں، امام مسلم کو تین لاکھ، پھر صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں۔ امام احمد کو دس لاکھ محفوظ تھیں مسند میں فقط تیس ہزار ہیں۔ خود شیخین وغیرہما ائمہ سے منقول کہ ہم سب احادیث صحاح کا استیعاب نہیں چاہتے، اور اگر ادعائے استیعاب فرض کیجئے تو لازم آئے کہ افراد بخاری امام مسلم اور افراد مسلم، امام بخاری اور صحاح افراد سنن اربعہ دونوں اماموں کے نزدیک صحیح نہ ہوں اور اگر اس ادعا کو آگے بڑھائیے تو یونہی صحیحین کی وہ متفق علیہ حدیثیں جنھیں امام نسائی نے مجتبٰی میں داخل نہ کیا ان کے نزدیک حلیہ صحت سے عاری ہوں وھو کما تری (یہ وہ چیز ہے جسے تم جانتے ہو۔ ت) ——

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

مامن اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	اصحاب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں کسی نے

[1] تقریب التہذیب ترجمہ ۳۵۸۱ عبداللہ بن مبارک ۱/۵۲۶ [2] بستان المحدثین کتاب الزہد والرقاق ص ۱۴۹ تا ۱۵۹

احدٌ اکثرحدیثا عنہ منّی الا ما کان من عبد اللہ بن عمرو فانہ کان یکتب ولا اکتب[1]

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مجھ سے زیادہ حدیثیں روایت نہ کیں سوا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما کے کہ وہ لکھ لیا کرتے اور میں نہ لکھتا۔

دیکھو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ صاف فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان سے زیادہ احادیث روایت فرمائیں حالانکہ تصانیف محدثین میں ان کی حدیثیں انکی احادیث سے بدرجہا کم ہیں، عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صرف سات سو حدیثیں پائی گئیں اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پانچ ہزار تین سو۔ علامہ قسطلانی ارشاد میں ارشاد فرماتے ہیں:

یفہم منہ جزم ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بانہ لیس فی الصحابۃ اکثرحدیثا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منہ الا عبد اللہ بن عمرو مع ان الموجود عن عبد اللہ بن عمرو اقل من الموجود المروی عن ابی ھریرۃ باضعاف لانہ سکن مصر وکان الواردون الیھا قلیلا بخلاف ابی ھریرۃ فانہ استوطن المدینۃ وھی مقصد المسلمین من کل جھۃ وروی عنہ فیما قالہ المؤلف نحومن ثمان مأۃ رجل وروی عنہ من الحدیث خمسۃ اٰلاف وثلاث مأۃ حدیث ووجد لعبد اللہ سبع مأۃ حدیث[2]

اس سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا جزم ویقین سمجھ میں آتا ہے کہ صحابہ کرام میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کسی نے اتنی کثیر تعداد میں حدیثیں روایت نہیں کیں سوائے عبد اللہ بن عمرو کے، مگر اس کے باوجود عبد اللہ بن عمرو کی مرویات ابوہریرہ سے کئی گنا کم ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ عبد اللہ بن عمرو مصر میں سکونت پذیر تھے اور احادیث کریمہ کی تلاش و جستجو کرنے والوں کا ورود وہاں بہت کم ہوتا تھا بخلاف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے آپ کا تو مدینہ میں ہی قیام تھا جو ہر چہار جانب سے مسلمانوں کا مرجع تھا۔ حضرت مؤلف علیہ الرحمہ کا کہنا یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرنے والے لگ بھگ آٹھ سو افراد تھے، اور حضرت ابوہریرہ سے کل پانچہزار تین سو حدیثیں روایت کی گئی ہیں اور حضرت عبد اللہ ابن عمرو کی سات سو حدیث ملتی ہیں (ت)

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲

[2] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری " " " " " ۱/ ۲۰۶

اب کہئے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی وہ ہزاروں حدیثیں کیا ہوئیں، اور کتب حدیث میں ان میں سے کتنی ہاتھ آئیں۔ بس اسی پر قیاس کر لیجئے اور یہیں سے ظاہر کہ ائمۂ اربعہ خصوصًا امام الائمہ مالک الازمہ سراج الامۃ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب پر اگر ان کتب میں حدیثیں نہ ملیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے مذہب پر واقع میں حدیث نہیں بلکہ اگر بخاری و مسلم اور ان کے امثال تصریح بھی کر دیں کہ فلاں مذہب امام ابوحنیفہ یا امام مالک پر کوئی حدیث نہیں تو بھی منصف ذی عقل کے نزدیک ان کے پاک مبارک مذہبوں میں اصلًا قادح نہیں ہوسکتا، آخر بخاری و مسلم کا علم محیط نہ تھا، کیا جو کچھ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور صحابہ نے امت مرحومہ تک پہنچایا اس سب کا علم بخاری و مسلم کو حاصل تھا، خود اجلۂ صحابہ کرام جو گاہ و بیگاہ سفر و حضر میں دائمًا بارگاہ عرش جاہ حضور رسالت پناہ علیہ وعلیہم صلوات اللہ میں حاضر رہتے یہاں تک کہ حضرات خلفائے اربعہ و حضرت عبد اللہ بن مسعود وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم بھی یہ دعوٰی نہیں کر سکتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کل اقوال و افعال پر ہمیں اطلاع ہے، کتب احادیث پر جسے نظر ہے وہ خوب جانتا ہے کہ بعض باتیں ان حضرات پر بھی مخفی رہیں "تا بدیگرے چہ رسد" (دوسروں تک کیا پہنچیں۔ ت) پھر بخاری و مسلم وغیرہما کیونکر علم کل کا دعوٰی کر سکتے ہیں؛ اگر وہ نفی کریں بھی تو اس کا محصل صرف اپنے علم کی نفی ہوگا یعنی ہمیں نہیں معلوم، پھر اس سے واقع میں حدیث نہ ہونا درکنار، یہ بھی لازم نہیں آتا کہ ابوحنیفہ و مالک کو بھی اپنے مذہب پر حدیث نہ معلوم ہو، ان کا زمانہ زمانۂ اقدس سے قریب تر تھا اور اس وقت تک زمانۂ خیر القرون تھا، بوجہ قلت کذب و کثرت خیر سندیں نظیف اور وسائط کم تھے۔ یہ ممکن کہ جو حدیثیں ابوحنیفہ و مالک کے پاس تھیں بخاری و مسلم کو نہ پہنچیں، ممکن کہ جو حدیثیں ان کے پاس بسند صحیح تھیں ان تک بذریعہ روایت ضعاف پہنچیں، پھر کیونکر ان کا نہ جاننا ان کے نہ جاننے پر قاضی ہوسکتا ہے۔ امام اجل ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (جنھیں محدثین اہل جرح و تعدیل بھی باآنکہ ان میں بہت کو حضرات حنفیہ کرام سے ایک تعنت ہے تصریحًا صاحب حدیث، منصف فی الحدیث و اتبع القوم للحدیث لکھتے، بلکہ اپنے زعم میں امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ سے بھی زیادہ محدث و کثیر الحدیث جانتے ہیں۔ امام ذہبی شافعی نے اس جناب کو حفاظ حدیث میں شمار اور کتاب تذکرۃ الحفاظ میں بعنوان الامام العلامۃ فقیہ العراقین ذکر کیا) یہ ارشاد فرماتے ہیں: بارہا ہوتا کہ امام ایک قول ارشاد فرماتے کہ میری نظر میں حدیث کے خلاف ہوتا میں جانب حدیث جھکتا، بعد تحقیق معلوم ہوتا کہ حضرت امام نے اس حدیث سے فرمایا ہے جو میرے خواب میں بھی نہ تھی۔ امام ابن حجر مکی شافعی خیرات الحسان میں فرماتے ہیں:

عن ابی یوسف ما رایت احدا اعلم بتفسیر الحدیث و مواضع النکت التی فیه من الفقه من ابی حنیفة وقال ایضا ما خالفته فی شیئ قط فتدبرته الا رایت مذهبه الذی ذهب الیه انجی فی الاخرة، وکنت ربما ملت الی الحدیث فکان هو ابصر بالحدیث الصحیح منی، وقال کان اذا صمم علی قول درت علی مشائخ الکوفة هل اجد فی تقویة قوله حدیثا او اثرا فربما وجدت الحدیثین والثلاثة فاتیته بها فمنها ما یقول فیه هذا غیر صحیح او غیر معروف فاقول له وما علمك بذلك مع انه یوافق قولك فیقول انا عالم بعلم اهل الکوفة۔[1]

حضرت ابویوسف سے روایت ہے کہ میں نے احادیث کی تشریح اور فقہ کی نکتہ آفرینی میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے زیادہ جانکار شخص نہیں دیکھا، نیز انھوں نے فرمایا میں نے جب بھی کسی مسئلہ میں ان سے مخالفت کی پھر میں نے اس میں غور وخوض کیا تو مجھے یہی محسوس ہوا کہ آخرت میں نجات دینے والا وہی مذہب ہے جس کی طرف امام ابوحنیفہ گئے ہیں، مجھ سے زیادہ حدیثوں پر ان کی نظر تھی۔ نیز فرمایا جب وہ کسی بات پر اڑجاتے ہیں تو میں کوفہ کے مشائخ کے پاس اس غرض سے حاضر ہوتا کہ اس قول کی تقویت میں مجھے کوئی حدیث یا اثر ملے تو بسا اوقات مجھے دو تین حدیثیں مل جاتیں تو میں ان کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتا۔ آپ فرماتے اس میں یہ فلاں حدیث صحیح نہیں ہے یا غیر معروف ہے، میں عرض کرتا حضور! یہ آپ کو کیسے معلوم ہوگیا حالانکہ یہ حدیثیں تو آپ کے قول کی تائید میں ہیں، تو فرماتے کوفہ والوں کے علم ہی سے تو مجھے علم ہوا ہے۔ (ت)

خیر **ایک درجہ** تو یہ ہوا۔

درجہ دوم: اب جو حدیثیں تدوین میں آئیں ان میں سے فرمائیے کتنی باقی ہیں، صدہا کتابیں کہ ائمہ دین نے تالیف فرمائیں محض بے نشان ہوگئیں اور یہ آج سے نہیں ابتداء ہی سے ہے۔ امام مالک کے زمانے میں اسّی علماء نے مؤطا لکھیں، پھر سوائے مؤطائے مالک و مؤطائے ابن وہب کے اور بھی کسی کا پتا باقی ہے، امام مسلم کے زمانے کو ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری صاحب مستدرک کے زمانے سے ایسا کتنا فاصلہ تھا، پھر بعض تصانیف مسلم کی نسبت امام ابن حجر نے حاکم سے نقل کیا کہ معدوم ہیں وعلی ھذہ القیاس صدہا بلکہ ہزارہا تصانیف ائمہ کا کوئی نشان نہیں دے سکتا، مگر اتنا کہ تذکروں تاریخوں میں نام لکھا رہ گیا۔

---

[1] الخیرات الحسان الفصل الثلاثون فی سندہ فی الحدیث ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۳

درجۂ سوم : اس سے بھی گزریئے جو کتابیں باقی رہیں ان میں سے اس خراب آباد ہند میں کے پائی جاتی ہیں ذرا کوئی حضرت غیر مقلد صاحب اپنے یہاں کی کتبِ حدیث کی فہرست تو دکھائیں کہ معلوم ہو کہ کس پونجی پر یہ اونچا دعویٰ ہے۔

درجۂ چہارم : اب سب کے بعد یہ فرمائیے کہ جو کتابیں ہندوستان میں ہیں ان پر حضرات مدعین کو کہاں تک نظر ہے اور ان کی احادیث کس قدر محفوظ ہیں۔

سبحان اللہ! کیا صرف اتنا کافی ہے کہ جو مسئلہ پیش آیا اسے خاص اسی کے باب میں دو چار کتابوں میں جو اپنے پاس ہیں دیکھ بھال لیا اور اپنے زعمِ باطل میں کوئی حدیث نہ ملی تو بے ثبوت ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ جانِ برادر! بارہا واقع ہوگا کہ اس مسئلے کی حدیث انھیں کتابوں میں ملے گی اور آپ کی نظر اس پر نہ پہنچے گی کہ اول تو ہر مطلب کے لئے محدثین نے تراجم و ابواب وضع نہ کئے اور جن کیلئے وضع کئے ان کی نسبت بہت حدیثیں ایسی ہوں گی جو بوجہ دوسری مناسبت کے دیگر ابواب میں لکھ آئے یا لکھیں گے اور یہاں بخیال تکرار ان کے اعادہ و اثبات سے باز رہے، اگر یوں نہ مانئے اور اپنی وسعتِ نظر و احاطۂ علم کا دعویٰ ہی کیجئے تو حضرات بے امتحان نہیں ہمیں اپنے میں جس صاحب کو بڑا محدث جانئے معین کیجئے، ہم دس سوال کرتے ہیں کہ ان کی نسبت جو حکم احادیث میں وارد ہوا ارشاد فرمائیں پھر دیکھئے ان شاء اللہ تعالےٰ کیسے غوطے کھاتے ہیں۔ اللہ عزوجل چاہے تو اکثر کا حکم نہ نکال سکیں گے، اور رب تبارک وتعالےٰ کو منظور ہے تو انھیں کتابوں میں ان کی احادیث نکل آئیں گی، اس وقت معلوم ہوگا کہ دعوئ اجتہاد کرنے والے کتنے پانی میں تھے، وائے بے انصافی ان لیاقتوں پر ائمۂ مجتہدین سے ہمسری کا دعویٰ ہیہات ہیہات "چھوٹا منہ بڑی بات" آدمی کو کتنی بھاتی ہے مگر امتحان دیتے وقت مزا آتا ہے۔ ہاں ہاں یہ بات میں نے اس لئے نہیں کہی کہ سُنئے اور اڑا جائیے، نہیں نہیں، ضرور اپنے کسی اعلےٰ محدث کا نام رکھئے اور ہم جو سوالات کریں ان کا جواب ان سے بذریعۂ احادیث لکھوا دیجئے، ہم بھی تو دیکھیں کس برتے پر تتا پانی! جانِ برادر! حصرِ رُواۃ ممکن نہیں، حصرِ رواۃ کیونکر ممکن نہیں، ابراہیم بن بکر شیبانی کے ذکر میں امام ابن الجوزی نے کہا:

ابراھیم بن بکر فی الرواۃ ستۃ لا اعلم فیھم ضعفا سوی ھذا اللہ

ابراہیم بن بکر راویوں میں چھ ہیں، میں ان میں سے کسی میں ضعف نہیں جانتا سوا اس شیبانی کے۔

اس پر امام ذہبی جیسے جلیل القدر عمدۃ الفن امام الشان نے فرمایا:

لوسماھم لافادنا فما ذکر ابن ابی حاتم منھم احدا[1]

اگر ان سب کا تذکرہ فرما دیتے تو ہمیں فائدہ بخشتے کہ ابن ابی حاتم نے تو ان میں سے ایک کا بھی تذکرہ نہ کیا۔

امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام نے جن کی جلالت قدر آفتاب نیم روز سے اظہر، جب بعض احادیث کہ مشائخ کرام نے ذکر کیں نہ پائیں یوں فرمایا کہ:

لعل قصور نظرنا اخفاھا عنا۔

امید ہے کہ ہماری نظر کے قصور نے انھیں ہم سے چھپا لیا۔

دیکھو، علماء یُوں فرماتے ہیں، اور جاہلوں کے دعوے وہ طویل وعریض ہوتے ہیں۔

حدیث اختلاف امتی رحمۃ[2] (میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ت) امام جلال الدین سیوطی جیسے حافظ جلیل نے کتاب جامع صغیر میں ذکر فرمائی اور اس کا کوئی مخرج نہ بتا سکے کہ کس محدث نے اپنی کتاب میں روایت کی، ان بعض علماء کے نام لکھ کر جنھوں نے بے سند اپنی کتابوں میں اسے ذکر کیا لکھ دیا کہ:

لعلہ خُرِّجَ فی بعض کتب الحفاظ التی لم تصل الینا[3]

شاید وُہ حافظانِ حدیث کی بعض کتابوں میں روایت کی گئی جو ہم تک نہ پہنچیں۔

یہ وہ امام ہیں کہ فنِ حدیث میں جن کے بعد ان کا نظیر نہ آیا، جنھوں نے کتاب جمع الجوامع تالیف فرمائی اور اس کی نسبت فرمایا:

قصدتُ فیہ جمیع الاحادیث النبویۃ باسرھا[4]

میں نے ارادہ کیا کہ اس میں تمام احادیث نبویہ جمع کردوں۔

اس پر بھی علماء نے فرمایا:

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۶ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۴
[2] الجامع الصغیر للسیوطی حدیث ۲۸۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۴
[3] " " " " " " " ۱/۲۴
[4] " " " خطبۂ مؤلف " " " ۱/۵

هذا بحسب ما اطلع علیہ المصنف لا باعتبار ما فی نفس الامر[1] قالہ المناوی

یہ وہ اپنے علم کے اعتبار سے کہتے ہیں نہ یہ کہ واقع میں جس قدر حدیثیں ہیں سب کا جمع کرنا۔ (ت)

وُہ اپنے نہ پانے پر یوں فرماتے ہیں کہ شاید یہ حدیث ان کتب ائمہ میں تخریج ہوئی جو ہمیں نہ ملیں۔ اور پھر دیکھئے ہُوا بھی ایسا ہی۔ عبارت مذکورہ کے بعد علامہ مناوی صاحب تیسیر شرح جامع صغیر نے لکھ دیا کہ الامر کذلک[2] یعنی واقعی ایسا ہی ہے۔ پھر اس کی تخریج بتائی کہ بیہقی نے مدخل اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بروایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کی اور اس حدیث کی سند پر نہ صرف امام سیوطی بلکہ اکثر ائمہ کو اطلاع نہ ہوئی۔ امام خاتم الحفاظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

زعم کثیر من الائمۃ انہ لا اصل لہ[3]

بہت سے اماموں نے یہی زعم کیا کہ اس کیلئے کوئی سند نہیں۔

پھر امام عسقلانی نے اس کی بعض تخریجیں ظاہر فرمائیں۔

حدیث الوضوء علی الوضوء نور علٰی نور (وضوء پر وضوء کرنا نورٌ علٰی نور ہے۔ ت)

کی نسبت امام عبدالعظیم منذری نے کتاب الترغیب اور امام عراقی نے تخریج احادیث الاحیاء میں تصریح کر دی کہ لم نقف علیہ[4] ہمیں اس پر اطلاع نہیں۔ حالانکہ وہ مسند امام رزین میں موجود۔ تیسیر میں ہے:

حدیث الوضوء علی الوضوء نور علٰی نور اخرجہ رزین ولم یطلع علیہ العراقی کالمنذری فقالا لم نقف علیہ[5]

وضوء پر وضوء کرنا نورٌ علٰی نور ہے، یہ وُہ حدیث ہے جس کی تخریج حضرت رزین نے کی ہے اور منذری کی طرح امام عراقی اس پر مطلع نہیں ہیں، تو انھوں نے کہا ہم اس پر واقف نہیں ہیں (ت)

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر خطبہ مؤلف مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۵

[2] " " " تحت حدیث اختلاف امتی الخ " " " ۱/۴۹

[3] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ ابن حجر کتاب العلم الباب الثانی دارالفکر بیروت ۱/۲۰۵

[4] الترغیب والترہیب الترغیب فی المحافظۃ علی الوضوء مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۳
المغنی عن حمل الاسفار للعراقی مع احیاء العلوم کتاب الطہارۃ باب فضیلۃ الوضوء مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۱/۱۳۵

[5] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من توضأ علی طہر مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۱۲-۴۱۱

اس سے عجیب تر سنئے۔

حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ انھوں نے رکوع میں دونوں ہاتھ ملا کر زانو کے بیچ میں رکھے اور بعد نماز کے فرمایا،

ھٰکذا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	ایسا ہی کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے۔

اس کی نسبت امام ابو عمر بن عبد البر نے فرمایا: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں، محدثین کے نزدیک صرف اس قدر صحیح ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے ایسا کیا۔ اور امام اجل ابو زکریا نووی شارح صحیح مسلم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے تو کتاب الخلاصہ میں سخت ہی تعجب خیز بات واقع ہوئی کہ فرمایا صحیح مسلم شریف میں بھی صرف اسی قدر ہے کہ ابن مسعود نے ایسا کیا، اور یہ نہیں کہ ھکذا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ حالانکہ بعینہٖ یہی الفاظ صحیح مسلم میں موجود، امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں،

فی صحیح مسلم عن علقمۃ والاسود انھما دخلا علی عبد اللہ فقال اصلی من خلفکما قالا نعم فقام بینھما فجعل احدھما عن یمینہ والاٰخر عن شمالہ ثم رکعنا فوضعنا ایدینا علی رکبنا ثم طبق بین یدیہ ثم جعلھما بین فخذیہ فلما صلی قال ھٰکذا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ قال ابن عبد البر لا یصح رفعہ والصحیح عندھم الوقف علی ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ، وقال النووی فی الخلاصۃ الثابت فی صحیح مسلم ان ابن مسعود فعل ذٰلک ولم یقل	صحیح مسلم میں حضرت علقمہ اور اسود سے روایت ہے یہ دونوں حضرات عبداللہ ابن مسعود کے پاس آئے کہا کیا دوسروں نے نماز پڑھ لی ہے، دونوں نے عرض کی ہاں حضور۔ پھر آپ دونوں کے بیچ میں کھڑے ہو گئے ایک کو اپنے طرف دوسرے کو بائیں طرف کر لیا، پھر ہم سبھوں نے رکوع کیا تو ہم نے اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا، پھر دونوں ہاتھ کو ملایا، پھر انھیں دونوں رانوں کے بیچ میں رکھ دیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: ایسے ہی رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا۔ ابن عبد البر نے کہا: اس روایت کا حضور تک پہنچنا ثابت نہیں۔ ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث عبداللہ ابن مسعود تک موقوف ہے۔ امام نووی نے خلاصہ میں کہا کہ صحیح مسلم میں

هکذا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یفعلہ قیل کانھما ذھلا فان مسلما اخرجہ من ثلث طرق لم یرفعہ فی الاولیین ورفعہ فی الثالثۃ وقال ھکذا فعل[1]

یہ روایت ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود نے ایسا کیا، انھوں نے یہ نہیں کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا کہ ان دونوں سے ذہول ہو گیا کیونکہ امام مسلم نے تین طریقوں سے اسے تخریج فرمایا، پہلی دو روایتیں مرفوع نہیں البتہ تیسری روایت میں انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے اور فرمایا اسی طرح کیا الخ (ت)

میں یہاں اگر اس کی نظیریں جمع کرنے پر آؤں کہ خبر و حدیث میں مشہور و متداول کتابوں یہاں تک خود صحاح ستہ سے اکابر محدثین کو کیسے کیسے ذہول واقع ہوئے ہیں تو کلام تطویل ہو جائے، بعض مثالیں اسکی فقیر نے اپنے رسالہ نور عینی فی الانتصار للامام العینی میں لکھیں، یہاں مقصود اسی قدر کہ مدعی آنکھ کھول کر دیکھے کہ کس بضاعت پر کمال علم و احاطۂ نظر کا دعویٰ ہے، کیا ان ائمہ سے غفلت ہوئی اور تم معصوم ہو؟ ــــ کیا نہیں ممکن کہ حدیث انھیں کتابوں میں ہو اور تمھاری نظر سے غائب رہے؟ ــــ مانا کہ ان کتابوں میں نہیں کیا سب کتابیں تمھارے پاس ہیں؟ ــــ ممکن کہ ان کتابوں میں ہو جو اور بندگانِ خدا کے پاس دیگر بلاد میں موجود ہیں ــــ مانا کہ ان میں بھی نہیں پھر کیا اسی قدر کتابیں تصنیف ہوئی تھیں؟ ممکن کہ ان کتابوں میں ہو جو معدوم ہو گئیں ــــ مانا کہ ان میں بھی نہیں پھر کیا تمام احادیث کتابوں میں مندرج ہو گئی تھیں؟ ــــ ممکن کہ ان احادیث میں ہو جو علماء اپنے سینوں میں لے گئے ــــ پھر ہلدی کی گرہ پر پنساری بننا کس نے مانا، اپنے نہ پانے کو نہ ہونے کی دلیل سمجھنا اور عدم علم کو علم بالعدم ٹھہرا لینا کیسی سخت سفاہت ہے۔ خاص نظیر اس کی یہ ہے کہ کوئی شخص ایک چیز اپنی کوٹھری کی چار دیواری میں ڈھونڈھ کر بیٹھ رہے اور کہدے ہم تلاش کر چکے تمام جہان میں کہیں نشان نہیں، کیا اس بات پر عقلاء اسے مجنون نہ جانیں گے! ــــ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

درجہ پنجم: الطف واہم ان سب سے گزریئے بلفرض ہزار در ہزار باطل تمام جہان کی اگلی پچھلی سب کتب حدیث آپ کی الماری میں بھری ہیں اور ان سب کے آپ پورے حافظ ہیں آنکھیں بند کر کے ہر حدیث کا پتا دے سکتے ہیں، پھر حافظ جی صاحب یہ تو طوطے کی طرح حق اللہ پاک ذات اللہ کی یاد ہوئی، فہم حدیث کا منصب ارفع و اعظم کدھر گیا، لاکھ بار ہو گا کہ ایک مطلب کی حدیث انھیں

---

[1] فتح القدیر باب الصلوٰۃ باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۸

احادیث میں ہوگی جو آپ کو بر زبان یاد ہیں اور آپ کی خواب میں بھی خطرہ نہ گزرے گا کہ اس سے وہ مطلب نکلتا ہے، آپ کیا اور آپ کے علم وفہم کی حقیقت کتنی، اکابر اجلہ محدثین یہاں آکر زانوٹیک دیتے اور فقہائے کرام کا دامن پکڑتے ہیں۔ حفظِ حدیث فہمِ حدیث کو مستلزم ہوتا تو حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کے کیا معنٰی تھے:

رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰی مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَیْسَ بِفَقِیْهٍ[1] رواہ الائمۃ الشافعی والاحمد والدارمی و ابوداؤد والترمذی وصححہ والضیاء فی المختارۃ والبیھقی فی المدخل عن زید بن ثابت والدارمی عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنھما ونحوہ لاحمد و الترمذی وابن حبان عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بسند صحیح وللدارمی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

بہتیرے حاملانِ فقہ ان کے پاس فقہ لے جاتے ہیں جو ان سے زیادہ اس کی سمجھ رکھتے ہیں، اور بہتیرے وہ کہ فقہ کے حامل وحافظ وراوی ہیں مگر خود اس کی سمجھ نہیں رکھتے۔ اس کی روایت ائمہ شافعی، احمد، دارمی، ابوداؤد اور ترمذی نے کی اور اسے صحیح قرار دیا۔ اور ضیاء نے مختارہ میں اور بیہقی نے مدخل میں حضرت زید ابن ثابت سے اور دارمی نے حضرت جبیر ابن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی۔ اور اسی طرح احمد و ترمذی اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ صحیح رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی، اور حضرت دارمی کی روایت جو مروی ہے حضرت ابودرداء سے انھوں نے رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی۔ (ت)

ذرا خدا کے لئے آئینہ لے کر اپنا منہ دیکھئے اور امام اجل سلیمان اعمش کا علم عزیز و فضل کبیر خیال کیجئے جو خود حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شاگرد جلیل الشان اور اجلہ ائمہ تابعین اور تمام

---

[1] جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۰
سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فضل نشر العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۹
مسند احمد بن حنبل ۲/ ۲۲۵ و ۳/ ۸۰ و ۸۲ المکتب الاسلامی بیروت
سنن الدارمی باب الاقتداء بالعلماء حدیث ۲۳۴ دارالمحاسن القاہرۃ ۱/ ۶۵

ائمہ حدیث کے اساتذۃ الاساتذہ سے ہیں۔ امام ابن حجر مکی شافعی کتاب خیرات الحسان میں فرماتے ہیں کسی نے ان امام اعمش سے کچھ مسائل پوچھے ہمارے امام اعظم امام الائمہ مالک الازمہ سراج الامہ سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (کہ اس زمانے میں انھیں امام اعمش سے حدیث پڑھتے تھے) حاضر مجلس تھے' امام اعمش نے وہ مسائل ہمارے امام اعظم سے پوچھے، امام نے فوراً جواب دئے۔ امام اعمش نے کہا یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کئے، فرمایا، ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنی ہیں، اور وہ حدیثیں مع سند روایت فرمائیں۔ امام اعمش نے کہا،

حسبك ماحدثتك به فی مائة یوم تحدثنی به فی ساعة واحدة ما علمت انك تعمل بهذه الاحادیث یامعشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصیادلة وانت ایها الرجل اخذت بكلا الطرفین[1]

بس کیجئے، جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو سنائیں آپ ایک گھڑی میں مجھے سنائے دیتے ہیں، مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں میں یوں عمل کرتے ہیں۔ اے فقہ والو! تم طبیب ہو اور ہم محدث لوگ عطار ہیں اور اے ابوحنیفہ! تم نے فقہ وحدیث دونوں کنارے لئے، والحمد للہ۔

یہ تو یہ خود ان سے بھی بدرجہا اجل واعظم ان کے استاد اکرم واقدم امام عامر شعبی جنھوں نے پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو پایا، حضرت امیر المومنین مولٰی علی وسعد بن ابی وقاص و سعید بن زید وابوہریرہ وانس بن مالک وعبداللہ بن عمر وعبداللہ بن عباس وعبداللہ بن زبیر وعمران بن حصین وجریر بن عبداللہ ومغیرہ بن شعبہ وعدی بن حاتم وامام حسن وامام حسین وغیرہم بکثرت اصحاب کرام رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شاگرد اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے استاد ہیں جن کا پایہ رفیع حدیث میں ایسا تھا کہ فرماتے ہیں بیس۲۰ سال گزرے ہیں کسی محدث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچی جس کا علم مجھے اس سے زائد نہ ہو، ایسے امام والا مقام باآں جلالت شان فرماتے،

انا لسنا بالفقهاء ولكنا سمعنا الحدیث فروینا ه الفقهاء من اذا علم عمل۔ نقله الذهبی فی تذكرة الحفاظ[2]

ہم لوگ فقیہ ومجتہد نہیں ہمیں مطالب حدیث کی کامل سمجھ نہیں ہم نے تو حدیثیں سن کر فقیہوں کے آگے روایت کردی ہیں جو ان پر مطلع ہو کر کاروائی

---

[1] الخیرات الحسان الفصل الثلاثون فی سندہ فی الحدیث ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۴

[2] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ،، عامر بن شرجیل الشعبی دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱/ ۷۹

کریں گے ۔(اسے ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں نقل کیا ۔ ت)

مگر آج کل کے نامشخص حضرات کو اپنی یادوفہم اور اپنے دوحرفی نام علم پر وُہ اعتماد ہے جو ابلیس لعین کو اپنی اصل آگ پر تھا کہ دوحرف رٹ کر ہر امام اُمت کے مقابل اَنَا خَیرٌ مِّنہ (میں اس سے بہتر ہوں ۔ ت) کی بینڈی گھمانے کے سوا کچھ نہیں جانتے ، ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العظیم۔

خامسًا بالفرض مان ہی لیجئے کہ حدیث واقع میں مروی نہ ہوئی پھر کہاں عدم نقل اور کہاں نقل عدم ، یعنی اگر کسی فعل کا کرنا حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور نے کیا ہی نہ ہو، اس کا حاصل اتنا ہوگا کہ حدیث میں اس فعل کا نہ ہونا آیا، ان دونوں عبارتوں میں جو فرق ہے ذی عقل پر پوشیدہ نہیں، امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں :

عَدَمُ النقل لاینفی الوجود۔[1] کسی مسئلہ کا منقول نہ ہونا وجود کی نفی نہیں کرتا ہے ۔(ت)

شاہ ولی اللہ دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں اسی عدم نقل ونقل عدم میں تمیز نہ کرنے کو جہل وتعصب کے مفاسد سے کہتے ہیں :

حیث قال وجدت بعضھم لایمیزبین قولنا لیست الاشارۃ فی ظاھر المذھب وقولنا ظاھر المذھب انھا لیست و مفاسد الجھل والتعصب اکثر من ان تحصٰی۔[2]

میں نے بعض حضرات کو یہاں تک دیکھا کہ وہ ہمارے قول لیست الاشارۃ فی ظاھر المذھب (ظاہر مذہب میں اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں) اور ہمارے قول ظاہر المذہب انھا لیست (ظاہر مذہب اس کے برخلاف ہے) والے اصولی قول میں امتیاز ہی نہیں کرتے جہالت وتعصب کے مفاسد تو بیشمار ہیں ۔(ت)

سادسًا یہ بھی سہی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس فعل کا ذکر نا اور بات ہے اور منع فرمانا اور بات ، ممنوع وُہ چیز ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع کی نہ کہ وُہ چیز جو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہ کی ، قرآن عظیم نے یوں فرمایا :

مااٰتٰکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا۔[3] رسول جو تمہیں دے لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۰

[2] حجۃ اللہ البالغۃ الامور التی لابدمنھا فی الصلوۃ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲/۱۲

[3] القرآن الکریم ۵۹/۷

یوں نہیں فرمایا ہے کہ مَا فَعَلَ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا لَمْ یَفْعَلْ فَانْتَھُوْا جو رسول نے کیا کرو اور جو نہ کیا اس سے باز رہو۔

امام محقق علی الاطلاق فتح میں نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نفل کی نسبت یہ تحقیق فرما کر کہ نہ ان کا فعل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت، نہ کسی صحابی سے ثابت۔ ارشاد فرماتے ہیں:

الثابت بعد ھذا ھو نفی المندوبیۃ اما ثبوت الکراھۃ فلا الا ان یدل دلیل اخر[1]

ان سب سے یہ ثابت ہوا کہ مستحب نہیں، رہی کراہت وہ ثابت نہ ہوئی، اس کیلئے دوسری دلیل چاہیئے۔

امام احمد محمد خطیب قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

اَلْفِعْلُ یَدُلُّ عَلَی الْجَوَازِ وَعَدَمُ الْفِعْلِ لَا یَدُلُّ عَلَی الْمَنْعِ[2]

فعل تو جواز کے لئے دلیل ہوتا ہے اور نہ کرنے سے منع کرنا نہیں سمجھا جاتا۔

شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں:

نکردن چیزے دیگر است و منع فرمودن چیزے دیگر[3]

نہ کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز۔

پھر کیسی جہالت ہے کہ نہ کرنے کو منع کرنا ٹھہرا رکھا ہے۔

سابعًا مصافحہ امور معاشرت سے ایک امر ہے جس سے مقصود شرع باہم مسلمانوں میں ازدیاد الفت اور ملتے وقت اظہار انس و محبت ہے، حدیث میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تصافحوا یَذْھَبُ الْغِلُّ عَنْ قُلُوْبِکُمْ[4]

آپس میں مصافحہ کرو تمہارے سینوں سے کینے نکل جائیں گے۔ (ابن عدی نے حضرت عبد اللہ

اخرجہ ابن عدی عن ابن عمر رضی اللہ

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلٰوۃ باب النوافل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۹

[2] المواہب اللدنیہ

[3] تحفہ اثنا عشریہ باب دہم در مطاعن خلفائے ثلثہ الخ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۹

[4] الکامل لابن عدی ترجمہ محمد بن ابی زعیزعۃ الخ دار الفکر بیروت ۲/۲۲۱۱

کنز العمال بحوالہ عد عن ابن عمر حدیث ۲۵۳۴۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/۱۳۰

الترغیب والترھیب بحوالہ مالک عن عطاء الخراسانی الترغیب فی المصافحۃ مصطفی البابی مصر ۳/۴۳۴

تعالیٰ عنہما ونحوہ ابن عساکر عن ابی ھریرۃ اولہ تھادوا وتحابوا ونحوھذا اخرجہ[1] مالک فی الموطا بسند جید عن عطاء الخراسانی مرسلا۔

ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی تخریج کی ہے اور اسکی مثل ابن عساکر نے ابوہریرہ سے روایت کیا جس کی ابتداء ان الفاظ سے ہے ہدیہ لینا دینا چاہیے تم آپس میں محبت کروگے، اور اسکی مثل امام مالک نے موطا میں جید سند کے ساتھ مرسل طریقہ پر عطاء خراسانی سے روایت کی ہے۔ (ت)

شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

السرفی المصافحۃ وقولہ مرحبا بفلان ومعانقۃ القادم ونحوھا انہا زیادۃ المودۃ والتبشیش ورفع الوحشۃ والتدابر[2]

مصافحہ اور مرحبا فلاں کو، اور آنیوالے سے معانقہ جیسے امور میں محبت اور خوشی زیادہ ہوتی ہے اور ان سے وحشت اور اجنبیت ختم ہوتی ہے (ت)

اسی میں ہے:

التحابب فی الناس خصلۃ یرضاھا اللہ تعالٰی وافشاء السلام آلۃ صالحۃ لانشاء المحبۃ وکذٰلک المصافحۃ وتقبیل الید ونحوذٰلک[3]

لوگوں میں محبت وہ خصلت ہے جو اللہ تعالٰی کی رضا کا باعث ہے اور سلام کی عادت محبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اور یوں ہی مصافحہ اور دست بوسی وغیرہ بھی۔ (ت)

اور بیشک یہ امور عرف وعادت قوم پر مبنی ہوتے ہیں، جو امر جس طرح جس قوم میں رائج اور ان کے نزدیک الفت وموانست اور اس کی زیادت پر دلیل ہو وہ عین مقصود شرع ہوگا جب تک بالخصوص اس میں کوئی نہی وارد نہ ہو، وجہ یہ کہ اس کی کسی خصوصیت سے شرع مطہر کی کوئی خاص غرض متعلق نہیں، اصل مقصود سے کام ہے، جس ہیئت سے حاصل ہو۔ آخر نہ دیکھا کہ انہیں امور میں جو وقت ملاقات لغرض مذکور مشروع ہوئے ایک مرحبا کہنا تھا کہ اس سے بھی خوشدلی اور اس شخص کے آنے پر فرحت ظاہر ہوتی ہے۔ حدیث براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے گزرا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] موطا امام مالک باب ماجاء فی المہاجرۃ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۰۷

کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۵۰۵۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۱۱۰

[2] حجۃ اللہ البالغۃ آداب الصحبۃ السرفی افشاء السلام الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲/ ۱۹۸

[3] " " " " " " " " ۲/ ۱۹۷

لایلقی مسلم مسلما فیرحب بہ و یأخذ بیدہ الا تناثرت الذنوب بینھما۔[1] الحدیث۔

جو مسلمان مسلمان سے مل کر مرحبا کہے اور ہاتھ ملائے ان کے گناہ جھڑ جائیں۔

پھر بلادِ عجمیہ میں اس کا رواج نہیں، فارس میں اس کی جگہ "خوش آمدی" کہتے ہیں، اور ہندوستان میں "آئیے آئیے تشریف لائیے"، اور اس کی مثل کلمات ـــــ اب کوئی عاقل اسے مخالفتِ حدیث ومزاحمتِ سنّت نہ جانے گا، رات دن دیکھا جاتا ہے کہ خود حضرات منکرین میں دوستوں کے ملتے وقت اسی قسم الفاظ کا استعمال ہوتا ہے، یہ کیوں نہیں بدعت وممنوع وخلافِ سنّت قرار پاتے، تو وجہ کیا کہ اصل مقصود شرع وہی اظہارِ خوشدلی بغرض ازدیادِ محبت ہے۔ یہ مطلب عرب میں لفظ مرحبا سے مفہوم ہوتا تھا، یہاں ان لفظوں سے ادا کیا جاتا ہے تو غرض شریعت کی ہر طرح حاصل ہے، خود مصافحہ بھی شرع مطہر کا اپنا وضع فرمایا ہوا نہیں، بلکہ اہلِ یمن آئے انھوں نے اپنے رسم و رواج کے مطابق مصافحہ کیا۔ شرع نے اس رسم کو اپنے مقصود یعنی ایتلافِ مسلمین کے موافق پاکر مقرر رکھا۔ اگر رسم کسی اور طریقے سے ہوتی اور اسکی خصوصیت میں کوئی محذورِ شرعی نہ ہوتا تو شرع اسے مقرر رکھتی اور ایسے ہی وعدہ ہائے ثواب اس پر فرماتی، ہاں! وہ بات جس میں کسی طرح مقاصدِ شرع سے مخالفت ہو بے شک ناپسند ہوگی اگرچہ کسی قوم میں اسکی رسم پڑی ہو، جیسے سلام کے عوض بلاضرورت شرعیہ انگلی یا ہتھیلی کا اشارہ کہ بوجہ مشابہتِ یہود و نصارٰی اس سے ممانعت آئی۔ حدیثِ ضعیف میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منا من تشبہ بغیرنا لاتشبھوا بالیھود ولا بالنصارٰی فان تسلیم الیھود الاشارۃ بالاصابع وان تسلیم النصارٰی بالاکف۔[2] رواہ الترمذی والطبرانی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال الترمذی ھذا حدیث اسنادہ ضعیف

ہم میں سے نہیں جو ہمارے غیر سے مشابہت پیدا کرے، یہود و نصارٰی سے تشبہ نہ کرو کہ یہود کا سلام انگلیوں سے اشارہ ہے اور نصارٰی کا سلام ہتھیلیوں سے ہے (اس کو ترمذی اور طبرانی نے عمرو بن شعیب سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا۔ ترمذی نے کہا اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے۔[2])

---

[1] نصب الرایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی الاستبراء وغیرہ نوریہ رضویہ لاہور ۴/۵۶۶

شعب الایمان حدیث ۸۹۵۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/۴۷۵

[2] جامع الترمذی کتاب الاستیذان باب ماجاء فی فضل الذی یبدأ بالسلام امین کمپنی دہلی ۲/۹۴

ثامناً جو امر نو پیدا کہ کسی سنّت ثابتہ کی ضد واقع اور اس کا فعل فعلِ سنّت کا مزیل و رافع ہو وہ بیشک ممنوع و مذموم ہے جیسے السلامُ علیکم کی جگہ آج کل عوام ہند میں آداب مجرا کورنش بندگی کا رواج ہے ـــ اگر غریب بندے بعض معززوں سے بطریق سنّت مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم السّلامُ علیکمْ کہیں اپنے حق میں گویا گالی سمجھیں، اس احداث نے ان سے سنّتِ سلام اٹھادی ۔ یہ بیشک ذم و انکار کے لائق ہے بخلاف دونوں ہاتھ سے مصافحے کے کہ بالفرض اگر سنّت میں ایک ہی ہاتھ کا رواج تھا تو دو ہاتھ سے مصافحے سے وہ بھی ادا ہوئی اور اس کے ساتھ ایک اور امر زائد ہوا جو کسی طرح اس کے منافی نہ تھا، اس میں سنّتِ ثابتہ کا اصلاً رد و رفع نہیں پھر ممنوع و مذموم ٹھہرانا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

انما البِدعُ المذمومۃُ ما تصادم السّنن الثابتۃ۔[1]

بدعتِ مذمومہ وہی ہے جو سنن ثابتہ کا رد کرے۔

یہاں مصافحے کی نظیر تلبیۂ حج ہے کہ صحاح ستّہ میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اسی قدر منقول:

لبّیك اللھمّ لبیك، لبیك لاشریك لك لبیك، انّ الحمد والنعمۃ لك والملك، لاشریك لك۔

پھر خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما باآں شدت اتباعِ سنّت اس میں یہ لفظ بڑھایا کرتے:

لبّیك وسَعدَیكَ وَالخَیرُ بیَدَیكَ وَ الرَّغبَاءُ اِلَیكَ وَالعَمَل۔

اور یہ زیادت امیر المومنین فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فرماتے کما اخرجہ مسلم۔[2]

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے لبیك عدد التراب زیادہ کیا اخرجہ اسحٰق بن راھَوَیْہ فی مسندہٖ۔[3]

اور سیّدنا امام حسن مجتبےٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے لبیك ذاالنعماء والفضل الحسن بڑھایا اخرجہ ابن سعد فی الطبقات۔[4]

---

[1] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد المقام الثالث من السماع مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ۲/ ۳۰۵

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب التلبیۃ وصفتھا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۵

[3] نصب الرایۃ بحوالہ اسحٰق بن راہویہ کتاب الحج باب الاحرام نوریہ رضویہ لاہور ۳/ ۲۹

[4] نصب الرایۃ ؍؍ ابن سعد فی الطبقات ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۳/ ۳۰

ہمارے علماء اس کی وجہ ارشاد فرماتے ہیں کہ :

ان المقصود الثناء واظہار العبودیۃ فلا یمنع من الزیادۃ علیہ۔ قالہ الامام برھان الدین علی ابوالحسن الفرغانی قدس اللہ تعالٰی سرہ الصمدانی فی الھدایۃ[1] ثم الامام فخر الدین الزیلعی فی تبیین[1] الحقائق شرح کنز الدقائق وغیرھما فی غیرھما۔

تلبیہ سے مقصود اللہ تعالٰی کی تعریف اور بندگی کا اظہار ہے تو اس پر اور کلمات بڑھانا ممنوع نہیں (اسے امام برہان الدین علی ابوالحسن فرغانی قدس اللہ تعالٰی سرہ الصمدانی نے ہدایہ میں، پھر امام فخر الدین زیلعی نے تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں اور دیگر حضرات نے اپنی کتابوں میں فرمایا۔ (ت)

یُونہی جبکہ مصافحے سے اظہارِ محبت وازدیادِ الفت مقصود تو دوسرے ہاتھ کی زیادت کہ ہرگز اس کے منافی نہیں، بلکہ بحسب عرف بلد مؤید و مؤکد ہے، زنہار ممنوع نہیں ہوسکتی۔

تاسعًا دونوں ہاتھ سے مصافحہ مسلمانوں میں صدہا سال سے متوارث، ائمہ دین کی عبارتیں اوپر گزریں، اور اس کا زمانہ تبع تابعین میں ہونا بھی معلوم ہوا، خود ائمہ تبع تابعین نے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا، تمام بلادِ اسلام مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ سے ہند وسندھ تک علماء وعوام اہل اسلام دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں اور جو بات مسلمانوں میں متوارث ہو بے اصل نہیں ہوسکتی۔ امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں :

انہ المتوارث ومثلہ لایطلب فیہ سند بخصوصہ[2]

وہ متوارث ہے اور ایسی چیز کے لئے کوئی خاص سند درکار نہیں ہوتی۔

محقق علائی دمشقی شرح تنویر میں فرماتے ہیں :

ان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعھم[3]

بے شک یہ امر مسلمانوں میں متوارث ہے تو ان کا اتباع ضرور ہوا۔

---

[1] الہدایۃ کتاب الحج باب الاحرام المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۲۱۷
تبیین الحقائق المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۲/۱۱
[2] فتح القدیر کتاب السرقہ فصل فی کیفیۃ القطع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۱۵۳
[3] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلوٰۃ باب العیدین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۷

عاشرًا : حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

خالقوا الناس باخلاقھم ۔ اخرجہ الحاکم وقال صحیح علٰی شرط الشیخین[1]۔

لوگوں سے وہ برتاؤ کرو جس کے وہ عادی ہو رہے ہیں (اس کو حاکم نے روایت کیا اور اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ۔ ت)

یہ حدیث عسکری نے کتاب الامثال میں یُوں روایت کی :

خالطوا الناس باخلاقھم[2] لوگوں کے ساتھ ان کی عادتوں سے میل کرو ۔

ولہذا ائمہ دین ارشاد فرماتے ہیں لوگوں میں جو امر رائج ہو جب تک اس سے صریح نہی ثابت نہ ہو ہرگز اس میں اختلاف نہ کیا جائے بلکہ انھیں کی عادات و اخلاق کے ساتھ ان سے برتاؤ چاہئے ۔ شریعت مطہرہ سُنّی مسلمانوں میں میل پسند فرماتی ہے اور ان کو بھڑکانا ، نفرت دلانا ، اپنا مخالف بنانا ناجائز رکھتی ہے ، بے ضرورتِ تامہ لوگوں کی راہ سے الگ چلنا سخت احمق جاہل کا کام ہے ۔ امام حجۃ الاسلام قدس سرہٗ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں ،

الموافقۃ فی ھذہ الامور من حسن الصحبۃ والعشرۃ اذ المخالفۃ موحشۃ ولکل قوم رسم ولا بُدّ من مخالقۃ الناس باخلاقھم کما ورد فی الخبر لاسیما اذا کانت اخلاقا فیھا حُسن العشرۃ والمجاملۃ وتطییب القلب بالمساعدۃ[3]۔

ان امور میں لوگوں سے موافقت صحبت ومعاشرت کی خوبی سے ہے اس لئے کہ مخالفت وحشت دلاتی ہے اور ہر قوم کی ایک رسم ہوتی ہے اور بالضرورۃ لوگوں کے ساتھ ان کی عادات کا برتاؤ کرنا چاہئے ، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ، خصوصًا وُہ عادتیں جن میں اچھا برتاؤ اور نیک سلوک اور موافقت کرکے دل خوش کرنا ہو ۔

یہاں تک کہ فرمایا :

کذلك سائر انواع المساعدات اذا قُصِدَ بھا تطییب القلب واصطلح علیھا

ایسے ہی مساعدت کی ساری قسمیں جبکہ اس سے دل خوش کرنا منظور ہو اور کچھ لوگوں نے وہ رَوِش

---

[1] المغنی عن حمل الاسفار مع احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ۲/ ۳۰۵

[2] کنز العمال بحوالہ العسکری فی الامثال حدیث ۵۲۳۰ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۲/ ۱۹

[3] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد المقام الثالث من السماع مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ۲/ ۳۰۵

جماعۃ فلاباس بمساعدتھم علیھا بل الاحسن المساعدۃ الا فیما ورد فیہ نھی لا یقبل التاویل [1]

قرار دے لی ہو تو ان کے موافق ہو کر اس پر عمل کرنا کچھ مضائقہ نہیں رکھتا، بلکہ موافقت کرنا ہی بہتر ہے، مگر جس امر میں شرع سے ایسی نہی آگئی ہو جو قابلِ تاویل نہیں۔

عین العلم میں ہے:

الاسرار بالمساعدۃ فیما لم ینہ عنہ و صار معتادا بعد عصرھم حسنۃ وان کان بدعۃ [2]

جس امر میں شرع سے نہی نہ آئی اور صدر اول کے بعد معمول ہوا اس میں موافقت کرکے لوگوں کو خوش کرنا اچھا ہے اگرچہ بدعت ہی سہی۔

فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے رسالہ جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلوۃ فی النعال میں یہ مضمون بہت حدیثوں سے ثابت کیا اور بیشک مقصودِ شرع کے یہی مطابق ہے مگر جن لوگوں کو مقاصدِ شریعت سے کچھ غرض نہیں اپنی ہوائے نفس کے تابع ہیں وہ خواہی نخواہی ذرا ذرا سی بات میں مسلمانوں سے الجھتے اور ان کی عاداتِ افعال کو جن پر شرع سے اصلاً ممانعت ثابت نہیں کرسکتے ممنوع و ناجائز قرار دیتے ہیں ــــ حاشا کہ ان کی غرض حمایتِ شرع ہو ــــ حمایتِ شرع چاہتے تو جن امور کی تحریم وممانعت میں کوئی آیت وحدیث نہ آئی خواہ مخواہ بزورِ زبان انھیں گناہ و مذموم ٹھہرا کر شرع مطہر پر افترا کیوں کرتے۔ قال اللہ تعالٰی:

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون [3]

اور نہ کہو اسے جو تمھاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا (ت)

بلکہ صرف مقصود ان حضرات کا عوام مسلمین میں تفرقہ ڈالنا اور براہِ تلبیس و تدلیس اپنے لئے ایک جدا روش نکالنا اور اس کے ذریعہ سے اپنی شہرت کے سامان جمع کرنا ہے کہ اگر وہی مسائل بیان کریں جو تمام علمائے اسلام فرماتے ہیں تو ان جیسے اور ان سے بہتر ہزاروں لاکھوں ہیں، یہ خاص کرکے کیوں کر گنے جائیں، ہاں

---

[1] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد المقام الثالث من السماع مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ۲/ ۳۰۵

[2] عین العلم الباب التاسع فی الصمت الخ مطبع اسلامیہ لاہور ص ۲۰۶

[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

جب یوں فتنہ ڈالیں اور نیا مذہب نکالیں گے، تو آپ ہی نزدیک و دُور معروف و مشہور ہو جائیں گے، آخر نہ دیکھا کہ امام علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرمایا کہ امام اجل قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا:

خروجہ عن العادۃ شہرۃ ومکروہ[1]

یعنی جس جگہ جو طریقہ لوگوں میں رائج ہے اس کی مخالفت کرنا، اپنے آپ کو مشہور بنانا شرعاً مکروہ و ناپسند ہے۔

اسی طرح مجمع بحار الانوار میں منقول:

ھو علی عادۃ البلد ان فالخروج عنہا شہرۃ ومکروہ[2]

یہ علاقوں کی عادت پر ہے جس سے خروج نری شہرت اور ناپسندیدگی ہے (ت)

اسی کو مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی شرح مشکوٰۃ میں ناقل کہ:

خروج از عادت واہل بلد موجب شہرت است ومکروہ است[3]

علاقہ والوں کی عادت سے خروج شہرت کیلئے ہوتا ہے اور یہ ناپسند بات ہے (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لبس ثوب شہرۃ البسہ اللہ یوم القیمۃ ثوب مذلۃ ثم یلھب فیہ النار۔ رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن۔

جو شہرت کا لباس پہنے اللہ تعالٰی اسے روزِ قیامت ذلت کا کپڑا پہنائے پھر اس میں آگ بھڑکا دی جائے (اس کو ابوداؤد و ابن ماجہ نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسندِ حسن روایت کیا۔ ت)

جب دو ہاتھوں سے مصافحہ اب تمام مسلمانوں میں رائج اور تم کسی حدیث سے اس کی ممانعت ثابت نہیں کرسکتے تو بلاوجہ عادتِ مسلمین کا خلاف کرنا سوا اپنی شہرت چاہنے نکّو بننے اور اس وعید شدید

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ الباب الثانی الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۸۲

[2]

[3] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۷۰

[4] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۲

سنن ابن ماجہ " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۶

کے مستحق ہونے کے اور کس غرض پر محمول ہوسکتا ہے ــــــ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو توفیق دینیق عنایت فرمائے (آمین!)۔

یہ چند جملے ہیں کہ بطور اختصار بر سبیل ارتجال زبانِ قلم سے سرزد ہوئے، اور وہ مباحث نفیسہ و اصول جلیلہ جن کی طرف ضمن کلام میں جابجا اشارہ ہُوا اگر ان کی تحقیق تام و تنقیح تمام پر آئیں تو مبسوط کتابیں لکھنا چاہیے جسے بیان کافی وارشاد شافی پر اطلاع منظور ہو کتب علماء مثل اذاقۃ الاثام و اصول الرشاد وغیرہما تالیفات طیبات امام المحققین سراج المدققین حضرت والد قدس سرہ الماجد کی طرف رجوع کرے۔ امید کرتا ہوں کہ اس مسئلہ مصافحہ بالیدین میں یہ مباحث رائقہ و ابحاث فائقہ خاص علمِ فقیر کا حصّہ ہوں۔ والحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جلّ مجدہ اتم واحکم۔

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رسالہ

صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین

ختم شد

مسئلہ ۱۲۴ از ضلع سورت اسٹیشن سائیں مقام کٹھور مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب ۲۴ جمادی الاولٰی ۱۳۰۹ھ

فجر کی نماز کے بعد مصافحہ لیتے ہیں سو جائز ہے یا نہیں ہر روز؟

الجواب

جو لوگ بعد قیام جماعت یا شروع تکبیر آکر نماز میں شامل ہوئے کہ امام و دیگر مقتدین سے قبل نماز